خطبہ نمبر

قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران: 74)

روزنامہ

الفضل

لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

سوموار 3/اکتوبر 2022ء | 6/ربیع الاول 1444 ہجری قمری | 3/اخاء 1401 ہجری شمسی | جلد:4 | شمارہ:212

فرمانِ رسولؐ

جوکسی نیک کام اور ہدایت کی طرف بلاتا ہے اس کو اتنا ہی ثواب ملتا ہے جتنا کہ ثواب اس پر عمل کرنے والے کو ملتا ہے اور اس کے ثواب میں سے کچھ بھی کم نہیں ہوتا۔

(صحیح مسلم، کتاب العلم باب من سنّ سنۃ حسنۃ ...الخ حدیث 6804)

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر حضرت علیؓ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

بخدا تیرے ذریعہ ایک آدمی کا ہدایت پا جانا تیرے لئے اعلیٰ درجہ کے سرخ اونٹوں کے مل جانے سے بہتر ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب الجہاد باب من اختار الغزو بعد البناء حدیث 2942)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

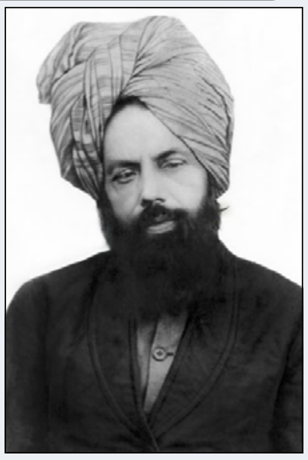

- خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیا ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دینِ واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لئے مَیں دنیا میں بھیجا گیا۔ سو تم اس مقصد کی پیروی کرو مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے۔

(رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 306-307)

- تبلیغِ سلسلہ کے واسطے ایسے آدمیوں کے دوروں کی ضرورت ہے، مگر ایسے لائق آدمی مل جاویں کہ وہ اپنی زندگی اس راہ میں وقف کر دیں۔ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے صحابہ بھی اشاعتِ اسلام کے واسطے دور دراز ممالک میں جایا کرتے تھے۔

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 682)

- ان ممالک میں جانا ایسے لوگوں کا کام ہے جو ان کی زبان سے بھی بخوبی واقف ہوں۔ اور ان کے طرزِ بیان اور خیالات سے خوب آگاہ (ہوں)۔

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 684)

- اب وقت تنگ ہے۔ مَیں بار بار یہی نصیحت کرتا ہوں کہ کوئی جوان یہ بھروسہ نہ کرے کہ اٹھارہ یا انیس سال کی عمر ہے اور ابھی بہت وقت باقی ہے۔ تندرست اپنی تندرستی اور صحت پر ناز نہ کرے۔ اسی طرح اور کوئی شخص جو عمدہ حالت رکھتا ہے وہ اپنی وجاہت پر بھروسہ نہ کرے۔ زمانہ انقلاب میں ہے۔ یہ آخری زمانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ صادق اور کاذب کو آزمانا چاہتا ہے۔ اِس وقت صدق و وفا کے دکھانے کا وقت ہے اور آخری موقع دیا گیا ہے۔ یہ وقت پھر ہاتھ نہ آئے گا۔ یہ وہ وقت ہے کہ تمام نبیوں کی پیشگوئیاں یہاں آ کر ختم ہو جاتی ہیں۔ اس لئے صدق اور خدمت کا یہ آخری موقع ہے جو نوع انسان کو دیا گیا ہے۔ اب اس کے بعد کوئی موقع نہ ہو گا۔ بڑا ہی بدقسمت وہ ہے جو اس موقع کو کھو دے۔ نرا زبان سے بیعت کا اقرار کرنا کچھ چیز نہیں ہے بلکہ کوشش کرو اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگو کہ وہ تمہیں صادق بنا دے۔ اس میں کاہلی اور سستی سے کام نہ لو بلکہ مستعد ہو جاؤ اور اُس تعلیم پر جو میں پیش کر چکا ہوں عمل کرنے کے لئے کوشش کرو اور اس راہ پر چلو جو میں نے پیش کی ہے۔

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 263-264 ایڈیشن 1984ء)

ارشادِ باری تعالیٰ

وَمَنۡ اَحۡسَنُ قَوۡلًا مِّمَّنۡ دَعَاۤ اِلَی اللّٰہِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیۡ مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ ﴿۳۴﴾

(حٰمٓ السجدہ: 34)

ترجمہ: اور بات کہنے میں اس سے بہتر کون ہو سکتا ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک اعمال بجا لائے۔ اور کہے کہ مَیں یقیناً کامل فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

فرمان خلیفہ وقت

ایک داعی الی اللہ کے لئے یہ ضروری ہے اور صرف یہ داعی الی اللہ کو یاد رکھنا ہی ضروری نہیں ہے بلکہ ہر احمدی چاہے وہ فعال ہو کر تبلیغ کرتا ہے یا نہیں اگر دنیا کے علم میں ہے کہ فلاں شخص احمدی ہے، اگر ماحول اور معاشرہ جانتا ہے کہ فلاں شخص احمدی ہے تو وہ احمدی یاد رکھے کہ اس کے ساتھ احمدی کا لفظ لگتا ہے، اگر وہ تبلیغ نہیں بھی کر رہا تو تب بھی اس کا احمدی ہونا اسے خاموش داعی الی اللہ بنا دیتا ہے۔ بعض دفعہ غیر احمدیوں اور غیر مسلموں کے مجھے خط آ جاتے ہیں کہ آپ کی جماعت کی نیکی کی تو بڑی شہرت سنی ہے اور آپ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم سب مسلمانوں سے اچھے ہیں، لیکن فلاں احمدی نے مجھے اس طرح دھوکہ دیا ہے، میرا حق اُس سے دلوایا جائے۔ تو ایک احمدی کا ایک عمل، ایک فعل، پوری جماعت کی بدنامی کا باعث بن جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ جو انسانی فطرت کی پاتال تک سے واقف ہے جس طرح وہ اپنی مخلوق کو جانتا ہے کوئی اور نہیں جان سکتا ہے، اسی نے پیدا کیا ہے۔ اس نے یہ فرمایا کہ دعوت الی اللہ کرنے والے سے کون بہتر ہو سکتا ہے؟ تو ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ دعوتِ الی اللہ کرنے والے کی کوشش ہوتی ہے اور ہونی چاہئے کہ وہ اعمالِ صالحہ بجا لائے اور یہ اعلان کرے کہ مَیں کامل فرمانبردار بنتا ہوں یا بننے کی کوشش کروں گا۔ مجھ پر مسلمان ہونے کا احمدی ہونے کا صرف Label نہیں لگا ہوا۔ بلکہ مَیں خدا تعالیٰ کے احکامات کو کامل فرمانبرداری سے ادا کرنے کی کوشش کرنے والا ہوں اور ایک مسلمان فرمانبردار تبھی بنتا ہے جب حقوق اللہ کی طرف بھی توجہ رہے اور حقوق العباد کی طرف بھی توجہ رہے۔ یاد رکھنا چاہئے کہ مسلمان کے فرمانبردار ہونے کا عبادت کے ساتھ بہت تعلق ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی فرمایا ہے کہ مسلمان وہی ہے جو دعا اور صدقات کا قائل ہو۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 195)

(خطبہ جمعہ فرمودہ 9 اپریل 2010ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

اس شمارہ میں

- پیارے حضور کے امریکہ کے دورہ پر نذرانہ عقیدت (منظوم)
- خلاصہ خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ
- خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ
- اے چھاؤں چھاؤں شخص! تیری عمر ہو دراز
- تفسیر سورۃ النور آیت 3

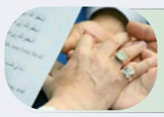

دربارِ خلافت

امام جماعت کا خطاب ایک مکمل پیغام تھا۔ایک مہمان کا اعتراف

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

اس کے بعد آسٹریلیا کا دورہ شروع ہوا۔ وہاں سڈنی (Sydney) میں چند دن رہ کر میلبورن (Melbourne) میں گیا۔ میلبورن وہاں سڈنی سے کوئی آٹھ نو سو میل دور ہے۔ وہاں بھی Princess Reception Centre میں ایک reception تھی۔ اس میں تقریباً 220 کے قریب مختلف شعبہ ہائے زندگی کے مہمان شامل ہوئے۔جن میں ممبر آف پارلیمنٹ بھی تھے، فوج کے اعلیٰ افسران، بلکہ اُن کے فوج کے جو آرمی چیف ہیں اُن کے نمائندے بھی شامل ہوئے تھے، میجر جنرل کے rank کے آدمی تھے اور مختلف ممالک کے کونسلرز تھے۔ فیڈرل پولیس کے افسران تھے، پھر دوسرے مقامی کونسلر تھے، پروفیسر تھے، اسی طرح مختلف لوگ تھے۔

ایک سٹیٹ ممبر پارلیمنٹ وکٹوریہ Ms Inga Peulich نے کہا کہ آپ کا یہ پیغام ایسا پیغام ہے جس کی تمام آسٹریلین تائید کرتے ہیں جو کہ مختلف قوموں اور تمدنوں کے باہم اختلاط سے ایک قوم بنے ہیں اور بطور آسٹریلین ہم اس طرح کے اعلیٰ پیغام کو اپنانا چاہتے ہیں اور اسی طرح آپ جیسے لوگوں سے مکمل تعاون کرتے ہیں جو ایسے پیغام کو پہنچا رہے ہیں۔ یہاں بھی اسلام کا پیغام امن اور سلامتی کے بارے میں تھا۔

پھر ایک اَور ممبر آف پارلیمنٹ کہتی ہیں آج جو پیغام آپ نے دیا ہے وہ مذہب سے بالا ہے۔ وہ انسانیت کا پیغام ہے۔ہمیں سب کو یہی پیغام اپنانا ہے۔ امن، انصاف، رواداری اور خدمتِ انسانیت ایسی خوبیاں ہیں جو امام جماعت احمدیہ نے آج بیان کی ہیں۔ ہم نے انہی خوبیوں کو لے کر چلنا ہے۔ پھر کہتی ہیں کہ میں اس بات کو جانتی ہوں کہ احمدی عورتیں اس پیغام کو نہ صرف آگے پہنچا رہی ہیں بلکہ عملی طور پر اس پر عمل بھی کر رہی ہیں۔ کہتی ہیں کہ میں تو یہی جانتی ہوں کہ احمدی بچے بااخلاق، تعلیم یافتہ اور انتہائی مؤدّب ہوتے ہیں۔ بس ہم سب کو یہی خوبیاں اپنانی چاہئیں۔تو یہ ایک تأثر ہے جو احمدیوں کا دنیا میں اکثر جگہوں پر ہے۔ جرمنی میں بھی یا کہیں بھی جاؤں تو مجھ سے جب باتیں ہوں تو اس حوالے سے وہ ذکر کرتے ہیں۔ پس اس تأثر کو ہر عورت کو، ہر بچے کو آگے بڑھانا چاہئے اور اپنی سوچ ہمیشہ اونچی رکھنی چاہئے۔ کسی قسم کے complex میں آنے کی ضرورت نہیں۔ یہ لوگ ہماری باتیں سننے کے لئے تیار ہیں اور نہ صرف تیار ہیں بلکہ اُس کو پسند کرتے ہیں اور اپنانا چاہتے ہیں۔ اسی طرح یہاں Church of Jesus Christ کے Murray Lobley صاحب تھے۔ کہتے ہیں کہ جس انداز سے امام جماعت احمدیہ نے امن کی بات کو انتہائی عام فہم الفاظ میں بیان کیا ہے ہر آسٹریلین اس کو باآسانی سمجھ سکتا ہے۔ آج اس ہال میں موجود ہر شخص کے دل کی یہی آواز تھی کہ امن کے قیام کے لئے محبت ہی واحد راستہ ہے اور بہت ہی اچھا ہوا کہ آج ہم یہ پیغام اپنے ساتھ اپنی اپنی communities میں لے کر جائیں گے۔

پھر ایک مہمان نے کہا کہ مَیں اور میری بیوی گزشتہ اٹھارہ سال سے سچ کی تلاش میں ہیں اور آج رات جو ہم نے سنا وہ سچ کے سوا کچھ نہ تھا۔ امام جماعت کا خطاب ایک مکمل پیغام تھا۔ اب صرف ایک ہی بات ہے کہ ہم سب کو اس پر عمل کرنا چاہئے اور اس پیغام کو اپنے دلوں میں سجا لینا چاہئے۔ خلیفۃ المسیح نے صرف یہ نہیں بتایا کہ امن کیسے قائم ہو سکتا ہے بلکہ یہ بھی بتایا کہ اگر امن قائم نہ ہوا تو کیا ہو سکتا ہے۔

اسی طرح وہاں کا آسٹریلین براڈ کاسٹنگ کارپوریشن کا ایک مشہور چینل اے بی سی ہے۔ سرکاری چینل ہے۔ اُس کے ایک جرنلسٹ نے اپنے تأثرات کا اظہار کیا کہ امام جماعت کا خطاب انتہائی نَپا تلا اور متوازن اور منصفانہ تھا اور حقیقت پر مبنی تھا۔ اور اس خطاب نے ہمارے ذہنوں کو کھول دیا ہے۔

پھر ایک مہمان خاتون Adrienne Green نے کہا کہ مَیں بہت فخر محسوس کر رہی ہوں کہ آج میں نے ایک شاندار تقریب میں شمولیت کی اور میں بہت متأثر ہوں جو انہوں نے دنیا میں امن کے قیام کے بارے میں بات کی ہے۔ میں آج برملا یہ بات کہتی ہوں کہ مجھے آپ کے اقدار سے بہت محبت ہے اور میں خواہش کرتی ہوں کہ میرے ملک آسٹریلیا کے لوگ ان اقدار کو زیادہ مضبوطی کے ساتھ اپنائیں اور میں چاہتی ہوں کہ آپ ضرور اپنا پیغام لوگوں تک پہنچائیں۔ ہمیں اس کی ضرورت ہے۔ اور یہ باتیں کہتے ہوئے موصوفہ کے آنسو نکل رہے تھے۔

(خطبہ جمعہ 15/ نومبر 2013ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

پیارے حضور کے امریکہ کے دورہ پر نذرانۂ عقیدت

اس چاند سے پیارے چہرے پر بس ایک نظر بس ایک نظر
کر دیتی ہے دل کو زیروزبر بس ایک نظر بس ایک نظر

کرتی ہے سکینت دل کو عطا ملتا ہے جس سے عجیب مزا
رکھتی ہے بے حد پاک اثربس ایک نظر بس ایک نظر

پیدا ہو محبت مولا سے وہ شخص کچھ ایسا جادو کرے
ہے نورِ سماوی کا مظہر بس ایک نظر بس ایک نظر

مردوں کو زندہ کرتی ہے ایمان کو تازہ کرتی ہے
اس رشکِ قمر کی ایک نظر بس ایک نظر بس ایک نظر

بیمار کو مل جاتی ہے دوا مایوس کو ہوجاتی ہے شفا
ہے مسیحِ زماں کا لختِ جگر بس ایک نظر بس ایک نظر

کرتے ہیں دعائیں روزو شب اور فیض اٹھاتے ہیں ہم سب
برکات خلافت کا پیکر بس ایک نظر بس ایک نظر

امۃ الباری ناصر۔امریکہ

خلاصہ خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 30/ ستمبر 2022ء بمقام مسجد فتح عظیم، زائن۔ امریکہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بے شمار وعدے نیز الہاماً فرمایا: خدا ایسا نہیں جو تجھے چھوڑ دے، خدا تجھے غیر معمولی عزت دے گا، لوگ تجھے نہیں بچائیں گے پر مَیں تجھے بچاؤں گا۔۔۔ جماعت کی 133 سالہ تاریخ اِس بات پر گواہ ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ اپنے وعدے پورے فرماتا چلا جا رہا ہے

حضور انور ایدہ اللہ نے تشہد، تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد ارشاد فرمایا! آج آپ یہاں افتتاح مسجد زائن کے لئے جمع ہیں، اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ امریکہ کو اِس مسجد کی تعمیر کرنے کی توفیق دی اور اُس شہر میں جو جماعت کی تاریخ میں ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔

صرف خوشی نہیں بلکہ انتہائی شکر گزاری کا دن بھی ہے

اِس شہر کی تاریخی اہمیت، ایک نام نہاد دعویدار اور اُس کا حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ غلط زبان استعمال کرنا، پھر اُس کا خاتمہ ہونا اور اِس شہر میں جماعت کا قیام ہونا اللہ تعالیٰ کا شکر اَدا کرنے والا ہر احمدی کو بناتا ہے اور بنانا چاہئے۔ اِس کے لئے آنحضرت صل اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ہم اِس شہر کے لوگوں کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے باوجود اِس کے کہ شروع میں کونسل نے تعمیر مسجد کی مخالفت کرتے ہوئے انکار کر دیا تھا، ہمارے حق میں کھڑے ہوئے اور کونسل کو مجبور کیا کہ وہ تعمیر مسجد کی اجازت دے۔ اُس عظیم خدا کا شکریہ ادا کرنا چاہئے کہ جس نے ہمیں اِس مسجد کی تعمیر کی توفیق دی، پس اِس لحاظ سے ہم احمدیوں کے لئے ایک صرف خوشی کا دن نہیں بلکہ انتہائی شکر گزاری کا دن بھی ہے جس نے ہمیں تعمیر مسجد کے ساتھ امام زمانہ اور آنحضرتؐ کے عاشق صادقؑ کی سچائی کا بھی زندہ نشان دکھایا۔

یہ وعدوں کے پورے ہونے کا نظارہ نہیں تو اور کیا ہے؟

آج سے 120 سال پہلے اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر جس جھوٹے دعویدار اور دشمن اسلام کی ہلاکت کی پیشگوئی آپؑ نے فرمائی تھی۔ آج اُس کے شہر میں، جس کے بارہ میں اُس کا اعلان تھا کہ کوئی مسلمان جب تک وہ عیسائی نہیں ہو جاتا یہاں داخل نہیں ہوسکتا، اللہ تعالیٰ نے جماعت کو مسجد بنانے کی توفیق دی۔ پس یہ ہیں اللہ تعالیٰ کے کام، ایک ارب پتی اور دنیاوی جاہ وحشمت رکھنے والے کو اللہ تعالیٰ نے جھوٹا اور ختم کر دیا اور پنجاب کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں رہنے والے اپنے فرستادہ کا دعویٰ جو اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے ساتھ کیا گیا تھا دنیا کے 220 ممالک میں گونجنے کے سامان بھی پیدا کر دیئے۔

پس کیا یہاں ہمارا کام ختم ہو جاتا ہے؟

کیا یہی کافی ہے کہ امریکہ کے ایک چھوٹے سے شہر میں ہم نے مسجد بنا لی اور جماعت کو ترقی مِل گئی، نہیں! حضرت مسیح موعودؑ کے لئے تو اللہ تعالیٰ نے پوری دنیا کو میدان عمل بنایا، ہم نے تو ہر چھوٹے شہر، بڑے شہر اور ملکوں کو آنحضرتؐ کی غلامی میں لانا ہے۔ ہم اگر اپنے وسائل دیکھیں تو یہ بڑا وسیع کام نظر آتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اِس سب کے باوجود ہمارے سپرد یہ کام کیا ہوا ہے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کا آپؑ سے وعدہ ہے لیکن آپؑ نے فرمایا! سب کام جو کئے جا رہے ہیں یہ تو معمولی کوشش ہے ہماری، اِس کے ساتھ اصل میں تو دعاؤں کی ضرورت ہے، دعاؤں سے ہی کام ہونے ہیں، پس اِس اہم بات کو ہمیں ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئے۔

مساجد کی تعمیر بھی اِس لئے ہوتی ہے

اِس میں عبادت کے لئے لوگ جمع ہوں، پانچ وقت اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوں، جمعوں میں باقاعدگی اختیار کریں، دنیا کے لہو ولعب اور کاموں میں اپنی عبادتوں کو نہ بھول جائیں۔ اگر ہم اپنی عبادتوں کو بھول گئے تو یہ مسجد بنانا صرف ایک ظاہری ڈھانچہ کھڑا کرنا ہے، دنیا کو ہم یہ بتا رہے ہوں گے کہ یہاں ایک مسلمانوں کی مسجد بن گئی ہے لیکن ہمارے عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک اِس قابل نہیں ہوں گے کہ اِس مسجد کی برکات سے فیض پانے والے ہوں یا ہم حضرت مسیح موعودؑ کے مددگاروں میں سے ہوں۔ آپؑ نے تو فرمایا ہے، مسلسل دعاؤں سے میرے مددگار بنو تا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جلد سے جلد پُورا ہوتا ہوئے دیکھیں۔

پس آج ہم میں سے ہر ایک کا کام ہے

مقبول دعاؤں کے لئے عبادتوں کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنالیں، اپنے بچوں کو بھی عبادت کی عادت ڈالیں، اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریق کے مطابق اپنی نمازوں کو سنوار کر ادا کریں، خالص ہو کر اللہ تعالیٰ کے آگے جھکیں اور اِس سے مزید فتوحات کی توفیق مانگیں۔ کتنے خوش قسمت ہوں گے ہم میں سے وہ جن کو یہ سب کچھ حاصل ہو جائے اور پھر وہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی بارش کو برستا دیکھیں۔ اگر ہم اپنی عبادتوں کے معیار بلند، دین کو دنیا پر مقدم کریں گے تو حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے جو وعدے ہیں اُنہیں اپنی زندگیوں میں پُورا ہوتے دیکھیں گے۔

آج بھی فانی فی اللہ کے غلام صادقؑ کی دعائیں ہی ہیں

آنحضرتؐ سے اللہ تعالیٰ کے فتح اسلام کے وعدہ کے باوجود برموقع جنگ بدر آپؐ کے گریہ وزاری، عجز، خوف، خشیّت اور دعا ایک عظیم مقام پر پہنچے ہونے نیز بابت اِس کیفیت استفسار حضرت ابوبکرؓ کے تناظر میں حضور انور ایدہ اللہ نے بیان کیا، آنحضرتؐ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے، فتوحات میں بھی مخفی شرائط ہوتی ہیں، اِس لئے میرا کام نہایت تضرع سے اللہ تعالیٰ سے اُس کی مدد مانگنا ہے۔۔۔حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔ وہ فانی فی اللہ کی دعائیں ہی تھیں جو یہ انقلاب لائیں، پس آج بھی فانی فی اللہ کے غلام صادقؑ کی دعائیں ہی ہیں جو اپنے وقت پر پُورا ہو کر دنیا کو آپؐ کے قدموں کے نیچے لائیں گی لیکن آپؑ نے فرمایا! تم جو میری طرف منسوب ہوتے ہو اپنی دعاؤں اور عمل سے میری مدد کرو۔

آج ہم اِس مسجد میں بیٹھے اور اِس کا افتتاح کر رہے ہیں

اِس کا نام بھی فتح عظیم مسجد رکھا ہے اور یہ نام حضرت مسیح موعودؑ کے الہام اور پیشگوئی کے حوالہ سے رکھا گیا ہے۔ آپؑ نے اللہ تعالیٰ سے اطلاع پا کر ڈوئی کی ہلاکت کی پیشگوئی کی اور فرمایا تھا! یہ نشان جس میں فتح عظیم ہو گی عنقریب ظاہر ہو گا۔ اور دنیا نے دیکھا کہ پندرہ، بیس دن کے اندر ہی اللہ تعالیٰ نے اُسے ذلت سے ہلاک کر دیا، اُس کی ہلاکت کے نشان کو اللہ تعالیٰ سے اطلاع پا کر آپؑ نے فتح عظیم قرار دیا اور آج اِس کا اگلا قدم ہے جو اِس شہر میں ہم مسجد کا افتتاح کر رہے ہیں۔ آپؑ کے الہام کے ایک حصہ کو ہم نے تقریباً 115 سال پہلے پورے ہوتے دیکھا اور اُس کا اگلا قدم ہم آج پُورا ہوتے دیکھ رہے ہیں۔

ہیڈنگ اخبار ’’عظیم ہے مرزا غلام احمد جو المسیح ہے‘‘

بعد ازاں حضور انور ایدہ اللہ نے اُس وقت کے دنیاوی اخبارات کے حضرت مسیح موعودؑ کے چیلنج کو اپنے اخبارات میں جگہ اور پھر اُس کی ہلاکت کی خبر دینے کی بابت ارشاد فرمایا! پس یہ خدا تعالیٰ کا نشان تھا جسے دنیا نے مانا۔ مزید برآں اِس تناظر میں سنڈے بوسٹن ہیرلڈ کی اشاعت مؤرخہ 23/ جون 1907ء میں آپؑ کے تعارف، دعویٰ وچیلنج نیز حسرت ناک ہلاکت ڈوئی کے بارہ میں لکھی گئی تفصیلات کا اختصار سے تذکرہ نیز ارشاد فرمایا! حضرت مسیح موعودؑ کا مشن بہت وسیع ہے، یہ تو ایک محاذ کی ایک جگہ کی فتح کا ذکر ہے، ہماری حقیقی خوشی تو اُس وقت ہو گی جب ہم دنیا کو آنحضرتؐ کے قدموں کے نیچے لائیں گے۔ اِس کے لئے اب ہمیں اِس مسجد کے بننے کے ساتھ تبلیغ کے نئے راستے تلاش کرنے ہوں گے، مسیح محمدیؐ کے دلائل کو دنیا کے سامنے پیش کرنا ہو گا، پہلے سے بڑھ کر اپنی عملی و روحانی حالت کو بہتر بنانا ہو گا۔

اِس فتح کو مستقل تبلیغ اور دعاؤں سے دائمی کرنے کی ضرورت ہے

اصل فتح عظیم تو فتح مکہ تھی، کیا فتح مکہ کے بعد آنحضرتؐ اور خلفاءِ راشدین یا بعد کے مسلمانوں نے تبلیغ کے کام کو روک دیا تھا، کیا اسلام کے پیغام کو دنیا کے کناروں تک پہنچانے کی بھرپور کوشش نہیں کی تھی، جنگوں سے علاقے فتح نہیں کئے تھے۔ ہاں! جنگیں بھی ہوئیں لیکن اِس لئے نہیں کہ دین پھیلے بلکہ دل جیتے تھے جس سے قربانی کرنے والے لوگ گروہ دَر گروہ اسلام میں شامل ہوتے چلے گئے، پس آپؐ کے ذریعہ حاصل ہونے والی فتح کو مستقل تبلیغ اور دعاؤں سے دائمی کرنے کی ضرورت ہے۔

باوجود عدم وسائل کئی ملکوں میں کس شان سے آپؑ کا پیغام پہنچا

آنحضرتؐ سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ تا قیامت اِس دین کو قائم رکھنے اور تمکنت عطاء فرمانے کے لئے آخری زمانہ میں مسیح موعود اور مہدی معہود کو بھیجے گا اور پھر آپؑ کو بھیجا، آپؑ نے دنیا کو اپنی بعثت کی خبر دی اور باوجود وَسائل نہ ہونے کے یورپ، امریکہ اور دنیا کے کئی ملکوں میں آپؑ کا پیغام پہنچا نیز ڈوئی کے حوالہ سے ہم دیکھ ہی رہے ہیں کہ کس شان سے پہنچا۔ آپؑ کے ذریعہ جو اللہ تعالیٰ نے اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا بیج بویا تھا وہ ایک شان سے دنیا میں پھیلتا، پھولتا جا رہا ہے۔

پس آج اِس مسجد کا افتتاح عظیم تب بنے گا

جب ہم اِس حقیقت کو پہچان لیں کہ ہماری زندگی کا مقصد کیا ہے، ہمارا مقصد مسجدوں کو اللہ تعالیٰ کے حکموں پر چلتے اور اُس کی رضا کو حاصل کرتے ہوئے آباد کرنا ہے۔ لیکن کیا اِس عظیم فتح کی خوشی میں ہم صرف ایک یادگار مسجد بنادیں اور خوش ہو جائیں، ہم نے حضرت مسیح موعودؑ کی دعاؤں کے پھل کھائے اور کھا رہے ہیں لیکن آپؑ نے اپنے ماننے والوں کو بھی اِنہی قدموں پر چلنے کی تلقین فرمائی ہے جو اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے کے راستے ہیں۔۔۔ پس آج یہ ہمارا کام ہے، جو دعویٰ کرتے ہیں کہ مسیح موعودؑ کی جماعت میں شامل ہوئے ہیں، مسیح محمدیؐ کے کام کو ملک کے کونے کونے میں پھیلا دیں، خدا تعالیٰ کی واحدانیت اِن پر ثابت کریں اور یہ کام اُس وقت ہو گا جب ہم اپنا خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کرتے ہوئے تقویٰ میں بڑھیں گے۔

پس اے مسیح محمدیؐ کے غلامو!

ہر فتح کا نشان ہمارے اندر ایک انقلاب پیدا کرنے والا ہونا چاہئے، یہ عہد کریں کہ آج کا دن ہمارے اندر، ہمارے بچوں اور ہماری نسلوں کے لئے بھی ایک روحانی انقلاب لانے کا دن ہو گا اور ہونا چاہئے ورنہ ڈوئی کی ہلاکت یا اِس شہر کے لوگوں کے اُس کے نام سے عدم واقفیت سے ہمیں کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے کہ ہم نے اِن کو متعارف کروا دیا یہ جانتے نہیں تھے۔ فائدہ تو تبھی ہے جب اِس فتح عظیم کی پیشگوئی کے پُورا ہونے سے ہمارے اندر بھی ایک انقلاب عظیم پیدا ہو اَور ہمارے اہل وطن اور دنیا بھی حضرت محمد رسول اللہؐ کی غلامی کا جُوا اَپنی گردن پر ڈال لیں، خدا تعالیٰ کی واحدانیت کی قائل اور اِس کے لئے ہر قربانی کرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہماری نسلوں کو بھی یہ مقام حاصل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

(قمر احمد ظفر۔ نمائندہ الفضل آن لائن۔ جرمنی)

خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 9/ستمبر 2022ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یو کے

آنحضرت صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے عظیم المرتبت خلیفۂ راشد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا بیان

حضرت ابوبکرؓ نے منگل کی شام کو بتاریخ بائیس جمادی الآخر تیرہ ہجری کو تریسٹھ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ آپؓ کا عہد خلافت دو سال تین مہینے دس روز رہا...
حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اور منبر کے درمیان آپؓ کا جنازہ پڑھایا اور آپؓ کو رات کے وقت اسی حجرے میں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے ساتھ دفن کیا گیا۔ آپؓ کا سر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں کے مقابل میں رکھا گیا

أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۱﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳﴾ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴﴾ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿۵﴾

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۶﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿۷﴾

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی کے کچھ واقعات

ہیں جو بیان کروں گا۔ جب حضرت ابوبکرؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپؓ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو بلایا اور فرمایا مجھے عمر کے متعلق بتاؤ تو انہوں نے یعنی حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا۔ اے رسول اللہ کے خلیفہ! اللہ کی قسم وہ یعنی حضرت عمرؓ آپؓ کی جو رائے ہے اس سے بھی افضل ہیں سوائے اس کے کہ ان کی طبیعت میں سختی ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ سختی اس لیے ہے کہ وہ مجھ میں نرمی دیکھتے ہیں۔ اگر امارت ان کے سپرد ہوگئی تو وہ اپنی بہت سی باتیں جو اُن میں ہیں اس کو چھوڑ دیں گے کیونکہ میں نے ان کو دیکھا ہے کہ جب میں کسی شخص پر سختی کرتا تو وہ مجھے اس شخص سے راضی کرنے کی کوشش کرتے اور جب میں کسی شخص سے نرمی کا سلوک کرتا تو اس پر مجھے سختی کرنے کا کہتے۔ اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عثمان بن عفانؓ کو بلایا اور ان سے حضرت عمرؓ کے بارے میں دریافت فرمایا۔ حضرت عثمانؓ نے کہا ان کا باطن ان کے ظاہر سے بھی بہتر ہے اور ہم میں ان جیسا کوئی نہیں۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے دونوں اصحاب سے فرمایا جو کچھ میں نے تم دونوں سے کہا ہے اس کا ذکر کسی اَور سے نہ کرنا۔ پھر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ اگر میں حضرت عمرؓ کو چھوڑتا ہوں تو میں عثمانؓ سے آگے نہیں جاتا اور ان کو یہ اختیار ہوگا کہ وہ تمہارے امور کے متعلق کوئی کمی نہ کریں۔ اب میری یہ خواہش ہے کہ میں تمہارے امور سے علیحدہ ہو جاؤں اور تمہارے اسلاف میں سے ہو جاؤں۔ حضرت ابوبکرؓ کی بیماری کے دنوں میں حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئے اور کہا کہ آپؓ نے حضرت عمرؓ کو لوگوں پر خلیفہ بنا دیا ہے حالانکہ آپ دیکھتے ہیں کہ وہ آپ کی موجودگی میں لوگوں سے کس طرح سلوک کرتے ہیں اور اس وقت کیا حال ہوگا جب وہ تنہا ہوں گے اور آپ اپنے رب سے ملاقات کریں گے اور وہ آپ سے رعیت کے بارے میں پوچھے گا یعنی اللہ تعالیٰ آپ سے اپنی رعیت کے بارے میں پوچھے گا۔ حضرت ابوبکرؓ لیٹے ہوئے تھے۔ آپؓ نے فرمایا مجھے بٹھا دو۔ جب اُن کو بٹھایا گیا اور وہ سہارا لے کر بیٹھے تو آپؓ نے کہا: کیا تم مجھے اللہ سے ڈراتے ہو؟

جب میں اپنے رب سے ملوں گا اور وہ مجھ سے پوچھے گا تو میں جواب دوں گا کہ میں نے تیرے بندوں میں سے بہترین کو تیرے بندوں پر خلیفہ بنایا ہے۔

(الکامل فی التاریخ لابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۲۷۲ تا ۲۷۳ دار الکتب العلمیة بیروت لبنان ۲۰۰۳ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس بارے میں تاریخ کی کتب کے حوالے سے بیان فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ کی وفات جب قریب آئی تو آپؓ نے صحابہ سے مشورہ لیا کہ میں کس کو خلیفہ مقرر کروں۔ اکثر صحابہ نے اپنی رائے حضرت عمرؓ کی امارت کے متعلق ظاہر کی اور بعض نے صرف یہ اعتراض کیا کہ حضرت عمرؓ کی طبیعت میں سختی زیادہ ہے۔ ایسا نہ ہو کہ لوگوں پر تشدد کریں۔ آپؓ نے فرمایا یہ سختی اسی وقت تک تھی جب تک ان پر ذمہ داری نہیں پڑی تھی اب جبکہ ایک ذمہ داری ان پر پڑ جائے گی تو ان کی سختی کا مادہ بھی اعتدال کے اندر آجائے گا۔ چنانچہ تمام صحابہ حضرت عمرؓ کی خلافت پر راضی ہوگئے۔ آپ کی، حضرت ابوبکرؓ کی صحت چونکہ بہت خراب ہو چکی تھی، اس لیے حضرت ابوبکرؓ نے اپنی بیوی اسماء کا سہارا لیا اور ایسی حالت میں جبکہ آپؓ کے پاؤں لڑکھڑا رہے تھے، ہاتھ کانپ رہے تھے آپؓ مسجد میں آئے اور تمام مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ میں نے بہت دنوں تک متواتر اس امر پر غور کیا ہے کہ اگر میں وفات پا جاؤں تو تمہارا کون خلیفہ ہو۔ آخر

بہت کچھ غور کرنے اور دعاؤں سے کام لینے کے بعد میں نے یہی مناسب سمجھا ہے کہ عمر کو خلیفہ نامزد کر دوں۔ سو میری وفات کے بعد عمر تمہارے خلیفہ ہوں گے۔

سب صحابہؓ اور دوسرے لوگوں نے اس امارت کو تسلیم کیا اور حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ کی بیعت ہوگئی۔

(ماخوذ از خلافت راشدہ، انوار العلوم جلد 15 صفحہ 483-484)

پھر اس بارے میں مزید ایک جگہ اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے کہ نامزد کیوں کیا، حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ ''اگر کہا جائے کہ جب قوم کے انتخاب سے ہی کوئی خلیفہ ہوسکتا ہے تو حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کو نامزد کیوں کیا تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے یونہی نامزد نہیں کر دیا بلکہ پہلے صحابہؓ سے آپ کا مشورہ لینا ثابت ہے۔ فرق ہے تو صرف اتنا کہ اَور خلفاء کو خلیفہ کی وفات کے بعد منتخب کیا گیا اور حضرت عمرؓ کو حضرت ابوبکرؓ کی موجودگی میں ہی منتخب کر لیا گیا۔ پھر آپؓ نے اسی پر بس نہیں کیا۔'' یعنی حضرت ابوبکرؓ نے یہیں پر بس نہیں کیا، اس کو کافی نہیں سمجھا ''کہ چند صحابہؓ سے مشورہ لینے کے بعد آپؓ نے حضرت عمرؓ کی خلافت کا اعلان کر دیا ہو بلکہ باوجود سخت نقاہت اور کمزوری کے آپؓ اپنی بیوی کا سہارا لے کر مسجد میں پہنچے اور لوگوں سے کہا کہ اے لوگو! میں نے صحابہؓ سے مشورہ لینے کے بعد اپنے بعد خلافت کے لیے عمرؓ کو پسند کیا ہے کیا تمہیں بھی ان کی خلافت منظور ہے؟ اس پر تمام لوگوں نے اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا۔ پس

یہ بھی ایک رنگ میں انتخاب ہی تھا۔''

(خلافت راشدہ، انوار العلوم جلد 15 صفحہ 555)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیماری اور وصیت کے بارے میں

تاریخ طبری میں مزید لکھا ہے حضرت ابوبکرؓ کی علالت اور وفات کا ذکر یوں بیان ہوا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کی بیماری کا باعث یہ ہوا کہ سات جمادی الآخر سوموار کے دن آپؓ نے غسل کیا۔ اس روز خوب سردی تھی۔ اس وجہ سے آپؓ کو بخار ہوگیا جو پندرہ روز تک رہا۔ یہاں تک کہ آپؓ نماز کے لیے باہر آنے کے قابل نہ رہے۔ آپؓ نے حکم دے دیا کہ حضرت عمرؓ نماز پڑھاتے رہیں۔ لوگ آپؓ کی عیادت کے لیے آتے تھے مگر روز بروز آپؓ کی طبیعت خراب ہوتی گئی۔ اس زمانے میں حضرت ابوبکرؓ اس مکان میں ٹھہرے ہوئے تھے جو اُن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عنایت فرمایا تھا اور جو حضرت عثمان بن عفانؓ کے مکان کے سامنے واقع تھا۔ علالت کے زمانے میں زیادہ تر آپ کی تیمارداری حضرت عثمانؓ کرتے رہے۔

(تاریخ الطبری جلد ۲ صفحہ ۳۴۸ دار الکتب العلمیة بیروت لبنان ۲۰۱۲ء)

آپؓ پندرہ روز تک بیمار رہے۔ کسی نے آپؓ سے کہا آپؓ طبیب کو بلا لیں تو اچھا ہے۔ آپؓ نے

فرمایا: وہ مجھے دیکھ چکا ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ اس نے آپؓ سے کیا کہا ہے۔ آپؓ نے فرمایا اس نے یہ کہا ہے کہ اِنِّیۡ اَفۡعَلُ مَآ اَشَآءُ، میں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔

(تاریخ الطبری جلد ۲ صفحہ ۳۴۷ دارالکتب العلمیة بیروت لبنان ۲۰۱۲ء)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب حضرت ابوبکرؓ بیمار ہوئے تو لوگوں نے پوچھا کہ کیا ہم آپ کے لیے طبیب کو بلالیں تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا اس نے مجھے دیکھ لیا ہے اور کہا ہے کہ اِنِّیۡ فَعَّالٌ لِّمَآ اُرِیۡدُ کہ میں جو چاہوں گا ضرور کروں گا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد المجلد الثالث صفحہ ۱۴۸ 'ابوبکر الصدیق' ذکر وصیة ابی بکر۔ دارالکتب العلمیة بیروت ۲۰۱۲ء)

بہرحال آپ کی مراد یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کا اب یہی ارادہ ہے کہ مجھے اپنے پاس بلالے اور کسی طبیب کی ضرورت نہیں ہے۔

حضرت ابوبکرؓ نے منگل کی شام کو بتاریخ بائیس جمادی الآخر تیرہ ہجری کو تریسٹھ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ آپؓ کا عہد خلافت دو سال تین مہینے دس روز رہا۔

(ماخوذ از الطبقات الکبریٰ لابن سعد المجلد الثالث صفحہ ۱۵۱ 'ابوبکر الصدیق' ذکر وصیة ابی بکر۔ دارالکتب العلمیة بیروت ۲۰۱۲ء)

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے لبوں سے جو آخری الفاظ ادا ہوئے وہ قرآن کریم کی یہ آیت مبارکہ تھی کہ تَوَفَّنِیۡ مُسۡلِمًا وَّاَلۡحِقۡنِیۡ بِالصّٰلِحِیۡنَ (یوسف:102) یعنی مجھے فرمانبردار ہونے کی حالت میں وفات دے اور مجھے صالحین کے زمرے میں شمار کر۔

(ابوبکر الصدیق از محمد حسین ہیکل صفحہ 478 اسلامی کتب خانہ لاہور)

حضرت ابوبکر صدیق کی انگوٹھی کا نقش نِعۡمَ الۡقَادِرُ اللّٰہ تھا یعنی کیا ہی قدرت رکھنے والا ہے اللہ تعالیٰ۔

(طبقات الکبریٰ جلد ۳ صفحہ ۱۵۸ دارالکتب العلمیة بیروت ۱۹۹۰ء)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔ میری تجہیز و تکفین سے فارغ ہو کر دیکھنا کہ کوئی اَور چیز تو نہیں رہ گئی۔ باقی چیزیں تو حضرت عمرؓ کو دے دی تھیں۔ اگر ہو تو اس کو بھی حضرت عمرؓ کے پاس بھیج دینا۔ تجہیز و تکفین کے متعلق فرمایا۔ اس وقت جو کپڑا بدن پر ہے اسی کو دھو کر دوسرے کپڑوں کے ساتھ کفن دینا۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا یہ تو پرانا ہے۔ کفن کے لیے نیا ہونا چاہیے۔ فرمایا زندے مُردوں کی بہ نسبت نئے کپڑوں کے زیادہ حقدار ہیں۔ (سیر الصحابہ جلد اول صفحہ 50 دار الاشاعت کراچی) جو نیا کپڑا ہے وہ کسی زندہ کو پہنا دو زیادہ بہتر ہے۔

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے وصیت کی تھی کہ آپؓ کی اہلیہ حضرت اسماء بنت عمیس آپؓ کو غسل دیں۔ حضرت ابوبکرؓ کے صاحبزادے حضرت عبدالرحمٰن نے ان کے ساتھ معاونت کی۔ آپؓ کا کفن دو کپڑوں پر مشتمل تھا۔ ان میں سے ایک کپڑا غسل کے لیے استعمال ہونے والا تھا۔ یہ بھی روایت ہے کہ تین کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ پھر آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چارپائی پر رکھا گیا۔ یہ وہ چارپائی تھی جس پر حضرت عائشہؓ سویا کرتی تھی۔ اسی چارپائی پر آپ کا جنازہ اٹھایا گیا اور

حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اور منبر کے درمیان آپؓ کا جنازہ پڑھایا اور آپؓ کو رات کے وقت اسی حجرے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے ساتھ دفن کیا گیا۔ آپؓ کا سر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں کے مقابل میں رکھا گیا۔

(مستدرک حاکم، الجزء الثالث صفحہ ۶۶ حدیث نمبر ۴۴۰۹ دار الکتب العلمیة بیروت ۲۰۰۲ء)

تدفین کے وقت حضرت عمر بن خطابؓ، حضرت عثمان بن عفانؓ، حضرت طلحہ بن عبد اللہؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ قبر میں اترے اور تدفین کی۔ ابنِ شہاب سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ کو رات کے وقت دفن کیا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد ۳ صفحہ ۱۵۶ دارالکتب العلمیة بیروت ۱۹۹۰ء)

حضرت سالم بن عبد اللہؓ اپنے والد کا یہ قول بیان کرتے ہیں کہ

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وفات کا سبب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا غم تھا کیونکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپؓ کا جسم مسلسل کمزور سے کمزور تر ہوتا گیا یہاں تک کہ آپؓ کا انتقال ہو گیا۔

(مستدرک حاکم، الجزء الثالث صفحہ ۶۶ حدیث نمبر ۴۴۱۰ دار الکتب العلمیة بیروت ۲۰۰۲ء)

بعض سیرت نگاروں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ آپؓ کی وفات کا باعث وہ کھانا تھا جس میں کسی یہودی نے زہر ملایا تھا لیکن عموماً سیرت نگاروں نے اس روایت کی تردید بھی کی ہے۔

(سیرت سیدنا صدیق اکبرؓ از عمر ابو النصر (مترجم) صفحہ 726 مشتاق بک کارنر لاہور)

حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ جب حضرت ابوبکرؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے پوچھا یہ کون سا دن ہے؟ لوگوں نے کہا سوموار۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا اگر آج میں فوت ہو جاؤں تو کل کا انتظار نہ کرنا کیونکہ مجھے وہ دن یا رات زیادہ محبوب ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قریب ہو۔ (مسند احمد بن حنبل جلد ۱ صفحہ ۸۸ مسند ابی بکر الصدیق حدیث ۴۵۔ عالم الکتب بیروت ۱۹۹۸ء) یعنی تدفین وہاں ہو جائے تو زیادہ بہتر ہے۔

حضرت ابوبکرؓ نے اپنے ترکے کی بابت فرمایا کہ میرے بعد قرآنی احکام کے مطابق اسے تقسیم کر دیا جائے۔

(سیرت خلفائے راشدین از محمد الیاس عادل صفحہ 152 مشتاق بک کارنر لاہور)

اسی طرح ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ نے اپنے متروکہ مال میں سے رشتہ داروں کے لیے جو وارث نہیں تھے پانچویں حصہ کی وصیت کی تھی۔

(ابوبکر الصدیق از محمد حسین ہیکل صفحہ 475 اسلامی کتب خانہ لاہور)

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ازواج اور اولاد کے بارے میں ذکر ہے کہ آپؓ کی چار بیویاں تھیں۔ نمبر ایک قُتَیلہ بنت عَبۡدُ الۡعُزّٰی۔ ان کے اسلام لانے کے بارے میں اختلاف ہے۔ یہ حضرت عبد اللہؓ اور حضرت اسماءؓ کی والدہ تھیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے انہیں زمانۂ جاہلیت میں طلاق دے دی تھی۔ یہ ایک مرتبہ مدینہ میں حضرت اسماءؓ یعنی اپنی بیٹی کے پاس کچھ گھی اور پنیر بطور ہدیہ لے کر آئی تھیں مگر حضرت اسماءؓ نے وہ ہدیہ لینے سے انکار کر دیا اور انہیں گھر میں داخل بھی نہیں ہونے دیا اور حضرت عائشہؓ کو کہلا بھیجا کہ اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کریں۔ حضرت عائشہؓ سے کہا کہ ذرا پوچھ کے بتائیں کہ میری ماں اس طرح آئی ہے اور تحفہ لائی ہے۔ میں نے تو انہیں گھر میں داخل نہیں ہونے دیا۔ کیا ارشاد ہے؟ اس پر

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کو گھر میں آنے دو اور ان کا ہدیہ قبول کرو۔

نمبر دو جو اہلیہ تھیں وہ حضرت ام رُوۡمَان بنت عامرؓ تھیں۔ آپ کا تعلق بنو کِنعَانہ بن خُزَیمہ سے تھا۔ آپ کے پہلے خاوند حارث بن سَخۡبَرَہ مکہ میں فوت ہو گئے اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ کے عقد میں آگئیں۔ آپ ابتدا میں اسلام لے آئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی اور مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ آپؓ کے بطن سے حضرت عبدالرحمٰنؓ اور حضرت عائشہؓ کی ولادت ہوئی۔ آپؓ کی وفات چھ ہجری میں مدینہ میں ہوئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود ان کی قبر میں اترے اور ان کی مغفرت کی دعا فرمائی۔

تیسری حضرت اَسماءؓ بنت عُمَیۡس بن مَعۡبَد بن حارِث تھیں۔ آپ کی کنیت ام عبد اللہ ہے۔ آپ مسلمانوں کے دار ارقم میں داخل ہونے سے پہلے ہی اسلام قبول کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کر چکی تھیں۔ آپ ابتدائی ہجرت کرنے والی تھیں۔ آپ نے اپنے خاوند حضرت جعفر بن ابو طالبؓ کے ساتھ پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی اور وہاں سے سات ہجری میں مدینہ تشریف لائیں۔ آٹھ ہجری میں جنگ موتہ میں جب حضرت جعفرؓ شہید ہو گئے تو آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عقد میں آگئیں۔ آپ کے بطن سے محمد بن ابوبکر پیدا ہوئے۔

چوتھی بیوی حضرت حَبِیۡبہ بنت خَارِجہ بن زید بن ابو زُہَیر تھیں۔ ان کا تعلق انصار کی شاخ خزرج سے تھا۔ حضرت ابوبکرؓ مدینہ کے مضافاتی علاقے سُنُح میں آپ کے ساتھ رہا کرتے تھے۔ آپ کے بطن سے حضرت ابوبکرؓ کی صاحبزادی امِ کلثوم پیدا ہوئیں جن کی ولادت حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے کچھ عرصہ بعد ہوئی۔

اولاد میں تین بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں۔ پہلے بیٹے حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ۔ آپؓ حضرت ابوبکرؓ کے سب سے بڑے بیٹے تھے۔ آپؓ حدیبیہ کے دن مسلمان ہوئے اور پھر اسلام پر ثابت قدم رہے۔ آپؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل رہی۔ آپؓ شجاعت اور بہادری میں بہت مشہور تھے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد آپؓ کا قابل تعریف موقف رہا۔

دوسرے حضرت عبداللہ بن ابوبکرؓ تھے۔ آپؓ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مدینہ کے موقع پر اہم کردار تھا۔ آپ تمام دن مکہ میں گزارتے اور مکہ والوں کی خبریں جمع کرتے اور پھر رات کے وقت چپکے سے غار میں پہنچ کر وہ خبریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کو سناتے اور صبح کے وقت واپس مکہ میں آ جاتے۔ طائف کی جنگ میں آپ کو ایک تیر لگا جس کا زخم ٹھیک نہ ہوا اور آخر کار اسی کی وجہ سے حضرت ابوبکرؓ کی خلافت میں آپؓ نے شہادت پائی۔

محمد بن ابوبکر تیسرے بیٹے تھے۔ آپ حضرت اسماء بنت عمیس کے بطن سے پیدا ہوئے۔ حجۃالوداع کے موقع پر ذوالحلیفہ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ حضرت علیؓ کی گود میں آپ نے پرورش پائی اور حضرت علیؓ نے اپنے دَور میں آپ کو مصر کا گورنر مقرر فرمایا۔ آپ وہیں مارے گئے۔ بعض روایات میں حضرت عثمانؓ کو قتل کرنے والوں میں ان کا نام بھی لیا جاتا ہے اور اسی وجہ سے ان کو قتل کیا گیا۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔

آپ کے بچوں میں سے چوتھی حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ ہیں۔ آپؓ ذَاتُ النِّطَاقَیْن کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ حضرت عائشہؓ سے عمر میں بڑی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کو ذَاتُ النِّطَاقَیْن کے لقب سے نوازا تھا کیونکہ ہجرت کے موقع پر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے والد کے لیے توشہ تیار کیا اور پھر اس کو باندھنے کے لیے کوئی چیز نہ ملی تو اپنے کمر بند کو پھاڑ کر توشہ باندھ دیا۔ کھانے کا جو انتظام کیا تھا وہ کھانا کمر کے کپڑے سے باندھ کر دے دیا۔ حضرت زبیر بن عوامؓ سے آپ کی شادی ہوئی اور بحالت حمل آپ نے مدینہ ہجرت کی۔ ہجرت کے بعد آپؓ کے بطن سے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ پیدا ہوئے جو ہجرت کے بعد پیدا ہونے والے سب سے پہلے بچے تھے۔ حضرت اسماءؓ نے سو سال عمر پائی۔ آپ کی وفات مکہ میں تہتر ہجری میں ہوئی۔

پانچواں بچہ ام المومنین حضرت عائشہ بنت ابوبکرؓ تھیں۔ آپؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ تھیں۔ آپؓ خواتین میں سب سے بڑی عالمہ تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کو ام عبداللہ کی کنیت عطا فرمائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپؓ کے ساتھ مثالی محبت تھی۔ امام شعبیؒ بیان کرتے ہیں کہ

جب مسروق حضرت عائشہؓ سے کوئی روایت بیان کرتے تو کہتے

مجھ سے صدیقہ بنت صدیق نے بیان کیا جو اللہ کے محبوب کی محبوبہ ہیں

اور جن کی بریت اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے۔

آپ کی وفات تریسٹھ سال کی عمر میں ستاون ہجری میں ہوئی۔ ایک روایت کے مطابق آپؓ کی وفات اٹھاون ہجری میں ہوئی۔

چھٹی اولاد ام کلثوم بنت ابوبکر تھیں۔ آپ حضرت حبیبہ بنت خارجہ انصاریہ کے بطن سے پیدا ہوئیں۔ وفات کے وقت حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا یہ تمہارے دونوں بھائی اور دونوں بہنیں ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ یہ میری بہن اسماء ہیں انہیں تو میں جانتی ہوں مگر میری دوسری بہن کون ہے؟ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا جو خارجہ کی بیٹی کے بطن میں ہے۔ یعنی ابھی پیدا نہیں ہوئی، جو پیدا ہونے والی ہے وہ بیٹی ہوگی۔ انہوں نے کہا کہ میرے دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ ان کے ہاں لڑکی ہوگی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے بعد ام کلثوم کی ولادت ہوئی۔ ام کلثوم کی شادی حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ سے ہوئی جو جنگِ جمل میں شہید ہوئے۔

(ماخوذ از سیدنا ابوبکرؓ شخصیت اور کارنامے از ڈاکٹر صلابی مترجم صفحہ 48 تا 52، الفرقان ٹرسٹ خان گڑھ ضلع مظفر گڑھ پاکستان)

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۹۹، ۵۸ھ، ممن توفی فی ھذہ السنۃ، دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۰۱ء)

(اسد الغابہ جلد ۵ صفحہ ۹۸ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(اصابہ جلد ۸ صفحہ ۳۹۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

بعض روایات کے مطابق حضرت ابوبکرؓ کی ایک بیٹی کی شادی حضرت بلالؓ سے ہوئی تھی اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ یہ بیٹی آپ کی چار بیویوں میں سے کسی بیوی کے پہلے خاوند سے تھی۔

(سیرت سیدنا صدیق اکبرؓ، از عمر ابو النصر (مترجم) صفحہ 647 مشتاق بک کارنر لاہور)

نظامِ حکومت کے بارے میں کہ کس طرح آپؓ نظام حکومت چلاتے تھے

لکھا ہے کہ جب حضرت ابوبکرؓ کو کوئی امر پیش آتا تو پھر جہاں مشورے کی ضرورت ہوتی اور اہل الرائے لوگوں کی ضرورت ہوتی، اہلِ فقہ کا مشورہ لینا چاہتے تو آپؓ مہاجرین و انصار میں سے حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ کو بھی بلاتے۔ (الطبقات الکبریٰ جلد ۲ صفحہ ۲۶۷ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۱۲ء) یا بعض اوقات زیادہ تعداد میں مہاجرین اور انصار کو جمع فرماتے۔

حضرت مصلح موعودؓ شَاوِرْهُمْ (آل عمران:160) کی تشریح کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں کہ اس ایک لفظ پر غور کرو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مشورہ لینے والا ایک ہے دو بھی نہیں اور جن سے مشورہ لینا ہے وہ بہرحال تین یا تین سے زیادہ ہوں۔ پھر وہ اس مشورے پر غور کرے۔ پھر حکم ہے فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ (آل عمران:160) جس بات پر عزم کرے اس کو پورا کرے اور کسی کی پروانہ کرے۔ یعنی مشورہ لینے والا مشورہ لے، اس کے بعد، مشورہ لینے کے بعد سارا تجزیہ کر کے اس پر عمل کرے اور پھر کسی کی پروانہ کرے۔ آپؓ لکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں اس عزم کی خوب نظیر ملتی ہے۔ جب لوگ مرتد ہونے لگے تو مشورہ دیا گیا کہ آپؓ اس لشکر کو روک لیں جو اسامہؓ کے زیرِ کمان جانے والا تھا مگر انہوں نے جواب دیا کہ جو لشکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھجا ہے میں اسے واپس نہیں کر سکتا۔ ابو قحافہ کے بیٹے کی طاقت نہیں کہ ایسا کر سکے۔ پھر بعض کو رکھ بھی لیا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ بھی اس لشکر میں جا رہے تھے ان کو روک لیا۔

پھر زکوٰۃ کے متعلق کہا گیا کہ مرتد ہونے سے بچانے کے لیے ان کو معاف کر دو۔ حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا کہ اگر یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اونٹ باندھنے کی ایک رسّی بھی دیتے تھے تو وہ بھی لوں گا اور اگر تم سب مجھے چھوڑ کر چلے جاؤ اور مرتدین کے ساتھ جنگل کے درندے بھی مل جائیں تو میں اکیلا ان سب کے ساتھ جنگ کروں گا۔ یہ عزم کا نمونہ ہے۔ پھر کیا ہوا تم جانتے ہو۔ یہ عزم تھا حضرت ابوبکرؓ کا اور لوگوں کے مشورے اَور تھے لیکن کیا ہوا۔ جس عزم کا نمونہ آپؓ نے دکھایا خدا تعالیٰ نے آپؓ کے عزم کی وجہ سے فتوحات کا دروازہ کھول دیا۔

یاد رکھو! جب خدا سے انسان ڈرتا ہے تو پھر مخلوق کا رعب اس کے دل پر اثر نہیں کرتا۔

(ماخوذ از منصب خلافت، انوار العلوم جلد 2 صفحہ 58)

یہ ہے منصبِ خلافت کی حقیقت۔

بیت المال کا قیام

رسول اکرمؐ کے عہدِ مبارک میں غنیمت، خُمس، فَے، زکوٰۃ وغیرہ کے جو اموال آتے تھے آپؐ اسی وقت سب کے سامنے مسجد میں بیٹھ کر تقسیم کر دیتے تھے اور یوں کہا جا سکتا ہے کہ اس رنگ میں بیت المال کا شعبہ عہدِ نبویؐ میں موجود تھا۔ البتہ حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں فتوحات کی وجہ سے دوسری مدات کے علاوہ غنیمت اور جزیہ کی آمدنی بھی کافی زیادہ آنی شروع ہو گئی، اس میں اضافہ ہوا۔ حضرت ابوبکرؓ کو ایک بیت المال قائم کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی تا کہ تقسیم اور خرچ ہو جانے تک مال وہاں رکھا جا سکے۔ چنانچہ انہوں نے اکابر صحابہؓ کے مشورہ سے ایک مکان اس کے لیے مختص کر دیا لیکن یہ بیت المال برائے نام ہی رہا کیونکہ حضرت ابوبکرؓ کی ہمیشہ یہی کوشش ہوتی تھی کہ نقد اور جنس آنے کے ساتھ ہی تقسیم کر دیا جائے۔

بعض روایات کے مطابق محکمہ مال کی ذمہ داری حضرت ابوعبیدہؓ کے سپرد ہوئی۔

(عشرہ مبشرہ از بشیر ساجد صفحہ 181 البدر پبلیکیشنز لاہور 2000ء)

آغاز میں حضرت ابوبکرؓ نے وادی سُنْح میں بیت المال بنایا ہوا تھا اس کے لیے کوئی محافظ مقرر نہ تھا۔ سُنْح مدینہ کے مضافات میں مسجد نبوی سے تقریباً دو میل کے فاصلے پر ایک جگہ تھی۔ ایک مرتبہ کسی نے کہا آپؓ بیت المال کی حفاظت کے لیے کوئی محافظ کیوں مقرر نہیں فرماتے؟ آپؓ نے جواب دیا اس کی حفاظت کے لیے ایک قفل کافی ہے یعنی تالا لگا ہوا ہی کافی ہے کیونکہ جو کچھ بھی بیت المال میں جمع ہوتا تھا آپؓ اسے تقسیم فرما دیتے تھے، اکثر خالی ہی رہتا تھا یہاں تک کہ وہ بالکل خالی ہو جاتا۔ پھر جب آپؓ مدینہ منتقل ہو گئے تو بیت المال

اپنے گھر میں ہی منتقل کرلیا۔ آپؓ کا طریق یہ تھا کہ جو مال بیت المال میں ہوتا لوگوں کو تقسیم کر دیا کرتے حتیٰ کہ وہ خالی ہو جاتا اور تقسیم کرنے میں ہر ایک کو برابر دیا کرتے تھے اور اسی مال سے آپؓ اونٹ، گھوڑے اور ہتھیار خرید کر اللہ کی راہ میں تقسیم کر دیتے۔ ایک دفعہ آپؓ نے بدوؤں سے چادریں خرید کر مدینہ کی بیواؤں میں تقسیم کیں۔ (تاریخ الخلفاء از علامہ سیوطی صفحہ ۶۳-۶۴ دارالکتاب العربی بیروت ۱۹۹۹ء)(فرہنگ سیرت صفحہ 157 زوار اکیڈمی کراچی) تقسیم تو کئی دفعہ کی ہوں گی لیکن بہرحال یہ ذکر روایت میں ایک دفعہ کا ریکارڈ ہوا ہے۔

حضرت ابوبکرؓ کے لیے بیت المال سے وظیفہ مقرر کیا جانا

اس کے بارے میں لکھا ہے کہ جب حضرت ابوبکرؓ خلیفہ منتخب ہوئے تو ان کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے بھی بیت المال سے ہی وظیفے کا انتظام کیا گیا۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے فرمایا کہ میری قوم کو علم ہی ہے کہ میرا پیشہ ایسا نہ تھا جس سے میں اپنے گھر والوں کی خوراک مہیا نہ کرسکتا۔ میری آمدنی اتنی تھی کہ آرام سے میں گھر چلا رہا تھا مگر اب میں مسلمانوں کے کاموں میں مشغول ہوگیا ہوں۔ سو ابوبکر کے اہل و عیال اب بیت المال سے کھائیں گے اور وہ یعنی ابوبکر مسلمانوں کے لیے اس مال میں کاروبار کرے گا اور تجارت سے ان کا مال بڑھاتا رہے گا۔

(صحیح البخاری کتاب البیوع باب کسب الرجل و عملہ بیدہ حدیث نمبر ۲۰۷۰)

چنانچہ مسلمانوں نے آپؓ کے لیے سالانہ چھ ہزار درہم مقرر کیے۔ بعض کہتے ہیں کہ آپؓ نے اتنا منظور کیا تھا جتنا آپؓ کی ضرورت کے لیے کافی ہو۔ آپ پہلے والی تھے یعنی حکومت کے سربراہ تھے جس کی رعایا نے آپؓ کے مصارف منظور کیے۔

(ماخوذ از الکامل فی التاریخ لابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۲۷۲ دارالکتب العلمیة بیروت ۲۰۰۶ء)

ایک روایت میں اس طرح ذکر ملتا ہے کہ جب حضرت ابوبکرؓ خلیفہ بنائے گئے تو ایک روز صبح کے وقت آپ بازار کی طرف جا رہے تھے۔ ان کے کندھے پر وہ کپڑے تھے جن کی وہ تجارت کیا کرتے تھے۔ آپؓ کو حضرت عمر بن خطابؓ اور حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ ملے۔ انہوں نے کہا اے رسول اللہ کے خلیفہ! کہاں کا ارادہ ہے؟ آپؓ نے فرمایا کہ بازار جا رہا ہوں۔ انہوں نے کہا: یہ آپؓ کیا کرتے ہیں حالانکہ آپؓ مسلمانوں کے امور کے والی ہیں۔ آپؓ نے فرمایا تو میں اپنے عیال کو کہاں سے کھلاؤں گا۔ تو وہ آپؓ کو اپنے ساتھ یہ کہہ کر لے گئے کہ ہم آپؓ کا حصہ مقرر کرتے ہیں۔

(ماخوذ از الطبقات الکبریٰ جلد ۳ صفحہ ۱۳۷ ’ابوبکر الصدیق‘ دارالکتب العلمیة بیروت ۲۰۱۲ء)

چنانچہ سالانہ تین ہزار درہم وظیفہ مقرر ہوا۔ بعض روایات کے مطابق چھ ہزار درہم جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے وظیفہ مقرر ہوا اور بعض کے مطابق کل عہدِ خلافت میں چھ ہزار درہم دیے گئے۔ اسی طرح سیرت کی کتب میں تقریباً بالاتفاق یہ ملتا ہے کہ اگرچہ حضرت ابوبکرؓ نے بیت المال سے اپنی اور اہل و عیال کی ضروریات پوری کرنے کے لیے وظیفہ لیا مگر وفات کے وقت تمام رقمیں واپس کر دیں۔ چنانچہ ایک روایت ہے کہ جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے وصیت فرمائی کہ آپؓ کی زمین فروخت کر کے اس کی قیمت سے وہ رقم ادا کی جائے جو آپؓ نے بیت المال سے اپنے ذاتی مصارف کے لیے لی تھی۔

(الکامل فی التاریخ لابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۲۷۲ دارالکتب العلمیة بیروت ۲۰۰۶ء)

(طبقات الکبریٰ جلد ۳ صفحہ ۱۴۳ دارالکتب العلمیة بیروت ۱۹۹۰ء)

ایک اَور روایت میں اس طرح ذکر ملتا ہے کہ جب حضرت ابوبکرؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ جب سے ہم خلیفہ ہوئے ہیں مَیں نے قوم کا کوئی دینار و درہم نہیں کھایا بلکہ معمولی کھانا اور موٹا لباس پہنتا رہا نیز مسلمانوں کے مالِ غنیمت میں صرف یہ چیزیں ہیں؛ غلام، اونٹ اور چادر۔ لہٰذا میرے مرنے کے بعد ان تمام چیزوں کو عمر کو بھجوا دینا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں جب آپؓ کی وفات ہوئی تو میں نے وہ چیزیں حضرت عمرؓ کے پاس بھیج دیں۔ حضرت عمرؓ چیزیں دیکھ کے رونے لگے یہاں تک کہ ان کے آنسو زمین پر گرنے لگے اور حضرت عمرؓ یہی فرما رہے تھے کہ اللہ ابوبکرؓ پر رحم فرمائے انہوں نے اپنے بعد کے لوگوں کو مشقت میں ڈال دیا۔

(الکامل فی التاریخ لابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۲۷۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیة بیروت ۲۰۰۶ء)

جب حضرت ابوبکرؓ نے وفات پائی تو حضرت عمرؓ نے چند صحابہؓ کو بلا کر بیت المال کا جائزہ لیا تو حضرت عمرؓ نے اس میں کوئی چیز نہ درہم نہ دینار پایا۔

(تاریخ الخلفاء از علامہ سیوطی صفحہ ۶۴ دارالکتاب العربی بیروت ۱۹۹۹ء)

کچھ بھی نہیں تھا، خالی تھا، سب تقسیم کر دیا تھا۔

محکمہ قضا کا نظام

آپؓ نے جاری کیا۔ حضرت ابوبکرؓ کے دور میں اگرچہ محکمہ قضا کو باقاعدہ طور پر منظم نہیں کیا گیا تھا تاہم آپؓ نے قضا کا محکمہ حضرت عمرؓ کے سپرد کر رکھا تھا۔

(سیدنا صدیق اکبر از ابوالنصر مترجم صفحہ 699)

ایک روایت میں ذکر ہے کہ جب حضرت ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: میں آپؓ کی طرف سے عدالت کی خدمات انجام دوں گا۔ حضرت عمرؓ ایک سال تک منتظر رہے مگر اس عرصہ میں کوئی دو شخص بھی آپ کے پاس قضیہ لے کر نہیں آئے۔

(تاریخ الطبری جلد ۲ صفحہ ۳۵۱ دارالکتب العلمیة بیروت ۲۰۱۲ء)

کوئی لڑائی جھگڑا ہی نہیں ہوتا تھا۔ کوئی مسائل نہیں پیدا ہوتے تھے۔ مقدمات کی تعداد بہت کم تھی۔ اگر کوئی مقدمہ آ بھی جاتا تو حضرت ابوبکرؓ خود اس کے لیے وقت نکال لیتے تھے، خود ہی حل کر دیا کرتے تھے۔ محکمہ قضا کے سربراہ حضرت عمرؓ تھے اور آپ کی مدد کے لیے درج ذیل اصحاب مقرر تھے: حضرت علیؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ۔

(سیدنا صدیق اکبرؓ از ابوالنصر مترجم صفحہ 699-700)

حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ اس وقت امن و امان اور دیانت داری کا یہ عالم تھا کہ مہینہ مہینہ گزر جاتا اور دو آدمی بھی فیصلہ کرانے کے لیے میرے پاس نہ آتے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ ۱۳۷ ’ابوبکر الصدیق‘ دارالکتب العلمیة بیروت ۲۰۱۲ء)

محکمہ افتاء

کے بارے میں لکھا ہے کہ نئے نئے قبائل اور آبادیاں حلقہ اسلام میں داخل ہو رہی تھیں اور حالات کے پیش نظر بعض نئے نئے فقہی مسائل بھی پیدا ہو رہے تھے۔ اس لیے حضرت ابوبکرؓ نے عام مسلمانوں کی سہولت اور راہنمائی کے لیے محکمہ افتاء قائم کیا اور حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ کو فتویٰ دینے پر مامور کیا کیونکہ یہ حضرات تفقہ فی الدین اور علم و اجتہاد کے لحاظ سے دوسروں سے ممتاز تھے۔ ایک روایت کے مطابق حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بھی فتویٰ دینے والے ان اصحاب میں شامل تھے۔ ان کے علاوہ کسی دوسرے کو فتویٰ دینے کی اجازت نہ تھی۔

(عشرہ مبشرہ از بشیر ساجد صفحہ 182 البدر پبلیکیشنز لاہور 2000ء)

(سیدنا صدیق اکبرؓ از ابوالنصر مترجم صفحہ 700)

ایک مؤرخ نے لکھا ہے

کتابت، لکھنے کا جو محکمہ تھا

اس کے بارے میں لکھنے والا لکھتا ہے کہ عہدِ جدید کی اصطلاح میں کاتب کو حکومت کا سیکرٹری کہنا چاہیے۔ یعنی سیکرٹری جو نوٹس لیتا ہے، میٹنگز کے مِنٹس (Minutes) سناتا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ کے عہدِ خلافت میں یہ نظامِ دیوان قائم نہ ہوا تھا لیکن سرکاری احکام کی تحریر، معاہدوں کی ترقیم، ان کو لکھنا اور دوسرے تحریری کاموں کے لیے کچھ حضرات مخصوص تھے۔ کتابت کی خدمت پر حضرت عبداللہ بن ارقمؓ عہدِ نبوی سے مامور تھے۔ چنانچہ عہد صدیقی میں بھی ان کے سپرد یہ خدمت تھی۔

(الصدیقؓ از پروفیسر علی محسن صدیقی صفحہ 194 قرطاس کراچی 2002ء)

ایک روایت کے مطابق حضرت ابوبکرؓ کے دورِ خلافت میں حضرت زید بن ثابتؓ نے محکمہ کتابت سنبھالا تھا اور بسا اوقات آپؓ کے پاس موجود دیگر صحابہؓ جیسے حضرت علیؓ یا حضرت عثمانؓ اس ذمہ داری کو نبھاتے تھے۔

(ابوبکر الصدیقؓ از ڈاکٹر علی محمد صلابی صفحہ 162 مطبوعہ دار ابن کثیر دمشق بیروت 2003ء)

پھر فوج کا محکمہ

ہے۔ اس بارے میں لکھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کے دَور میں کوئی باقاعدہ فوجی نظام نہ تھا۔ جہاد کے وقت ہر مسلمان مجاہد ہوتا تھا۔ فوج کی تقسیم قبائل کے مطابق ہوتی تھی۔ ہر قبیلے کا امیر الگ الگ ہوتا تھا اور ان سب پر

امیر الامراء کا عہدہ ہوتا تھا جو کہ حضرت ابوبکرؓ کی ایجاد تھی۔

(سیدنا صدیق اکبرؓ از ابوالنصر مترجم صفحہ 701)

حضرت ابوبکرؓ نے

سامانِ جنگ کی فراہمی کے لیے یہ انتظام

فرمایا تھا کہ مختلف ذرائع سے جو آمدنی ہوتی تھی اس کا ایک معقول حصہ فوجی اخراجات کے لیے علیحدہ نکال لیتے تھے جس سے اسلحہ اور باربرداری کے جانور خریدے جاتے تھے۔مزید جہاد کے اونٹوں اور گھوڑوں کی پرورش کے لیے بعض چراگاہیں مخصوص کر دی تھیں۔

(کمانڈر صحابہ از علامہ محمد شعیب چشتی صفحہ 87-88 مطبوعہ ممتاز اکیڈمی اردو بازار لاہور)

ایک سیرت نگار لکھتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کی عسکری حکومت کا نظام اس بدوی طریق کے زیادہ قریب تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سے بھی پہلے قبائل عرب میں رائج تھا۔اس وقت حکومت کے پاس کوئی باقاعدہ منظم لشکر موجود نہ تھا بلکہ ہر شخص اپنے طور پر جنگی خدمات کے لیے اپنے آپ کو پیش کرتا تھا۔جب لڑائی کا اعلان کر دیا جاتا تو قبائل ہتھیار لے کر نکل پڑتے اور دشمن کی جانب کوچ کر دیتے۔سامان رسد اور اسلحہ کے لیے قبائل مرکزی حکومت کی طرف نہ دیکھتے تھے بلکہ خود ہی ان چیزوں کا انتظام کرتے تھے۔حکومت کی طرف سے انہیں تنخواہ بھی ادا نہ کی جاتی تھی بلکہ وہ مالِ غنیمت ہی کو اپنا حق الخدمت سمجھتے تھے۔میدان جنگ میں جو مال غنیمت حاصل ہوتا تھا اس کا 4/5 حصہ جنگ میں حصہ لینے والوں کے درمیان تقسیم کر دیا جاتا تھا اور پانچواں حصہ خلیفہ کی خدمت میں دار الحکومت میں ارسال کر دیا جاتا تھا جسے وہ بیت المال میں جمع کر دیتا تھا۔خمس کے ذریعہ سے سلطنت کے معمولی مصارف پورے کیے جاتے تھے۔

(ماخوذ از ابوبکر الصدیقؓ از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 456-457 مطبوعہ اسلامی کتب خانہ لاہور)

جنگوں میں سپہ سالارانِ جنگ کو، جو جنگوں کے امیر الامراء بنائے جاتے تھے، ان کو حضرت ابوبکرؓ نے جنگ کے بارے میں جو ہدایات دیں، ان کے متعلق لکھا ہے کہ

حضرت ابوبکرؓ جنگ پر جانے والے سپہ سالاروں اور کمانڈروں کو بھی ہدایات دیتے تھے۔

حضرت اسامہؓ کے لشکر کو خطاب فرماتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ

میں تم کو دس باتوں کی نصیحت کرتا ہوں۔

تم خیانت نہ کرنا اور مالِ غنیمت سے چوری نہ کرنا۔تم بدعہدی نہ کرنا اور مثلہ نہ کرنا اور کسی چھوٹے بچے کو قتل نہ کرنا اور نہ کسی بوڑھے کو اور نہ ہی کسی عورت کو اور نہ کھجور کے درخت کاٹنا اور نہ اس کو جلانا اور نہ کسی پھل دار درخت کو کاٹنا۔نہ تم کسی بکری گائے اور اونٹ کو ذبح کرنا سوائے کھانے کے لیے۔جب ضرورت ہو کرو، نہیں تو نہیں۔اور تم کچھ ایسے لوگوں کے پاس سے گزرو گے جنہوں نے اپنے آپ کو گرجوں میں وقف کر رکھا ہے۔پس تم انہیں ان کی حالت پر چھوڑ دینا انہیں کچھ نہیں کہنا جو راہب ہیں۔اور تم ایسے لوگوں کے پاس جاؤ گے جو تمہیں مختلف قسم کے کھانے برتنوں میں پیش کریں گے تم ان پر اللہ کا نام لے کر کھانا۔اور تمہیں ایسے لوگ ملیں گے جو اپنے سر کے بال درمیان سے صاف کیے ہوں گے اور چاروں طرف پٹیوں کی مانند بال چھوڑے ہوں گے تو تلوار سے ان کی خبر لینا کیونکہ یہ لوگ مسلمانوں کے خلاف بھڑ کانے والے اور جنگیں کرنے والے لوگ ہیں۔اللہ کے نام سے روانہ ہو جاؤ۔اللہ تمہیں ہر قسم کے زخم سے اور ہر قسم کی بیماری اور طاعون سے محفوظ رکھے۔

(تاریخ الطبری لابی جعفر محمد بن جریر طبری جلد۲ صفحہ۲۴۶ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۱۲ء)

اسی طرح حضرت ابوبکرؓ نے حضرت یزید بن ابوسفیانؓ کو شام کی جنگ کے لیے بھیجتے ہوئے فرمایا۔اس کا ذکر میں پہلے بھی پچھلے خطبہ میں کر چکا ہوں۔بعض اہم باتوں کا خلاصہ دوبارہ بیان کر دیتا ہوں۔

یہ بڑی ضروری باتیں ہیں۔ یاد رکھنے والی ہیں۔

ہر عہدیدار کے لیے یاد رکھنے والی ہیں۔

آپؓ نے کہا کہ میں نے تمہیں والی مقرر کیا تا کہ تمہیں آزماؤں۔تمہارا تجربہ کروں اور تمہیں باہر نکال کر تمہاری تربیت کروں۔اگر تم نے اپنے فرائض بحسن وخوبی ادا کیے تو تمہیں دوبارہ تمہارے کام پر مقرر کروں گا اور تمہیں مزید ترقی دوں گا اور اگر تم نے کوتاہی کی تو تمہیں معزول کر دوں گا۔اللہ کے تقویٰ کو تم لازم پکڑو۔وہ تمہارے باطن کو اسی طرح دیکھتا ہے جس طرح ظاہر کو دیکھتا ہے۔لوگوں میں خدا کے زیادہ قریب وہ ہے جو اللہ سے دوستی کا سب سے بڑھ کر حق ادا کرنے والا ہے اور لوگوں میں سب سے زیادہ اللہ کے قریب وہ شخص ہے جو اپنے عمل کے ذریعہ سب سے زیادہ اس سے قربت حاصل کرے۔پھر فرمایا۔جاہلی تعصب سے بچنا۔اللہ کو یہ باتیں انتہائی ناپسند ہیں۔پھر فرمایا تم اپنے لشکر کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا۔ان کے ساتھ خیر سے پیش آنا۔جب انہیں وعظ ونصیحت کرنا تو مختصر کرنا کیونکہ بہت زیادہ گفتگو بہت سی باتوں کو بھلا دیتی ہے۔تم اپنے نفس کو درست رکھو لوگ تمہارے لیے درست ہو جائیں گے۔لیڈر اپنے درست رکھیں۔

عہدیدار اپنی حالت درست رکھیں تو لوگ خود بخود درست ہو جاتے ہیں۔

اور نمازوں کو ان کے اوقات پر رکوع اور سجود کو مکمل کرتے ہوئے ادا کرنا۔

نمازوں کی پابندی بڑی ضروری ہے۔

پھر فرمایا کہ جب دشمن کے سفیر تمہارے پاس آئیں تو ان کا اکرام کرنا،عزت کرنا۔انہیں بہت کم ٹھہرانا۔تمہارے پاس زیادہ دیر نہ ٹھہریں اور وہ تمہارے لشکر سے جلد نکل جائیں۔لشکر میں زیادہ دیر نہ رہیں جلدی نکل جائیں تا کہ وہ اس لشکر کے بارے میں کچھ جان نہ سکیں۔ان کو اپنے کاموں کے بارے میں مطلع نہ کرنا۔بڑی مختصر باتیں بتانا۔فرمایا کہ اپنے لوگوں کو ان سے بات کرنے سے روک دینا۔ہر ایک کو ان سفیروں سے ملنے نہ دینا۔یہ نہیں کہ جہاں چاہیں وہ چلے جائیں اور ملتے چلے جائیں۔نہیں۔یہ صرف جن سے ملنا ہے جن سے بات کرنی ہے ان سے بات کریں۔وہ عوام میں نہ گھس جائیں۔جب تم خود ان سے بات کرو تو اپنے بھید کو ظاہر نہ کرنا خود بھی سفیروں سے بڑی احتیاط سے بات کرنا۔پھر مشورہ کے بارے میں بتایا کہ جب تم کسی سے مشورہ لینا تو بات سچ کہنا، صحیح مشورہ ملے گا۔ساری بات بتا کے پھر مشورہ لینا۔مشیر سے اپنی خبر مت چھپانا ورنہ تمہاری وجہ سے تمہیں نقصان پہنچے گا۔سارے دن کی معلومات حاصل کرنے کے بارے میں کہ کس طرح معلومات حاصل کی جائیں۔کس طرح عہدیدار کو، لیڈر کو، کمانڈر کو انفارمیشن معلوم ہو تو فرمایا کہ رات کے وقت اپنے دوستوں سے باتیں کرو۔شام کے وقت بیٹھو ان میں سے لوگ چنو ان سے باتیں کرو تمہیں خبریں مل جائیں گی۔اکثر بغیر اطلاع دیے ہی اچانک ان کی چوکیوں کا معائنہ کرنا۔نگرانی بھی ضروری ہے۔جسے اپنی حفاظت گاہ سے غافل پاؤ اس کی اچھی طرح تادیب کرنا۔پھر فرمایا کہ سزا دینے میں جلدی نہ کرنا اور نہ بالکل نظر انداز کرنا۔دونوں چیزیں ضروری ہیں۔نہ سزا دینے میں،فیصلہ کرنے میں جلد بازی کرنی ہے نہ یہ کہ بالکل غافل ہو جاؤ کچھ کہو ہی نہ۔اپنی فوج سے غافل نہ رہنا۔ان کی جاسوسی کر کے ان کو رسوا نہ کرنا۔ہر وقت جستجو،اپنے لوگوں کی جاسوسی نہ کرتے رہنا کیونکہ اس طرح ان کی رسوائی ہوتی ہے۔ان کے راز کی باتیں لوگوں سے نہ بیان کرنا۔جو راز تمہیں پتہ لگے کسی اَور سے نہ بیان کرنا۔بیکار قسم کے لوگوں کے ساتھ مت بیٹھنا۔سچے اور وفادار لوگوں کے ساتھ بیٹھا کرنا۔بزدل نہ بننا ورنہ لوگ بھی بزدل ہو جائیں گے۔مالِ غنیمت میں خیانت سے بچنا۔یہ محتاجی سے قریب کرتی ہے اور فتح ونصرت کو روکتی ہے۔

(الکامل فی التاریخ جلد۲ صفحہ ۲۵۳-۲۵۴ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۰۳ء)

یہ بہت سی باتیں ہیں جو میں نے نئی بیان کیں۔ان میں سے بعض باتیں جیسا کہ میں نے پہلے کہا علاوہ فوجی افسروں کے ہمارے عہدے داروں کے لیے بھی ضروری ہیں جس کا انہیں خیال رکھنا چاہیے تبھی کام میں برکت پڑے گی۔یہ خلاصہ میں دوبارہ جیسا کہ پہلے کہا ہے اس لیے بیان کر رہا ہوں تا کہ عہدیداروں کو یاد رہے۔

اسلامی حکومت کی مختلف ریاستوں میں تقسیم کے بارے میں

لکھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کے عہدِ خلافت میں بلادِ اسلامیہ کو مختلف ریاستوں میں تقسیم کیا گیا۔ان ریاستوں میں آپ نے امراء اور گورنر مقرر کیے۔مدینہ ان کا دار الخلافہ تھا۔یہاں حضرت ابوبکرؓ بحیثیت خلیفہ تھے۔

(خلاصہ از ابوبکر الصدیقؓ از ڈاکٹر علی محمد صلابی صفحہ 176،180،181 مطبوعہ دار ابن کثیر دمشق بیروت 2003ء)

عُمّال مقرر کرنے کے طریق

کے بارے میں لکھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کا طریق کار یہ تھا کہ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرتے ہوئے کسی قوم پر گورنر مقرر کرتے ہوئے اس بات کا خیال رکھتے کہ

اگر اس قوم کے افراد میں نیک و صالح افراد ہوتے تو انہی میں سے گورنر مقرر فرماتے۔

طائف اور بعض دیگر قبائل پر انہی میں سے گورنر مقرر فرمایا اور جب آپ کسی شخص کو بحیثیت گورنر مقرر کرتے تو اس علاقے پر اس کی گورنری کا عہد نامہ تحریر کرا دیتے اور اکثر اوقات اس علاقے تک پہنچنے کا راستہ بھی اس کے لیے متعین فرما دیتے۔ اور اس میں ان مقامات کا ذکر کرتے جہاں سے ان کو گزرنا ہوتا تھا۔ خاص کر جب یہ تقرری ان علاقوں سے متعلق ہوتی جو ابھی فتح نہیں ہوئے ہوتے تھے اور اسلامی خلافت کے کنٹرول سے باہر ہوتے۔ فتوحات شام اور عراق اور مرتدین کے خلاف جنگوں میں یہ چیزیں بالکل نمایاں نظر آتیں اور بسا اوقات آپ بعض ریاستوں کو دوسروں کے ساتھ ضم کر دیتے، خاص کر مرتدین سے قتال کے بعد یہ عمل میں آیا۔ چنانچہ حضرت زیاد بن لبیدؓ جو حضرموت کے گورنر تھے ان کی نگرانی میں کِنْدَہ کو بھی شامل کر دیا اور اس کے بعد وہ حضرموت اور کِنْدَہ دونوں کے گورنر رہے۔

(ابوبکر الصدیقؓ از ڈاکٹر علی محمد صلابی صفحہ 179 مطبوعہ دار ابن کثیر دمشق بیروت 2003ء)

حضرت ابوبکرؓ کے دور میں عاملین کے انتخاب میں اولیتِ اسلام کو دیکھا جاتا

نیز ایسے شخص کو مقرر کیا جاتا جو درسگاہِ نبوت سے تربیت یافتہ ہو۔ جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت ملی ہو ان کو عامل مقرر کیا جاتا۔ پہلی preference وہ تھی، پہلی ترجیح وہ تھی۔ اس سلسلہ میں آپؓ کا معیار یہ تھا کہ جس شخص کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس کام کے لیے مقرر فرما گئے تھے آپ اس میں ہرگز ردّ و بدل نہ فرماتے تھے مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہؓ کو لشکر کا امیر مقرر فرمایا تھا۔ بعد میں بعض لوگوں نے مصلحت کے پیش نظر کسی بزرگ صحابی کو اس عہدے پر متمکن کرنے کا مشورہ دیا لیکن آپ نے حضرت اسامہؓ کو ہی برقرار رکھا۔ اسی طرح آپؓ یہ بھی دیکھتے تھے کہ کس شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ فیض حاصل کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ اکثر و بیشتر مختلف ذمہ داریاں ان لوگوں کے سپرد کیا کرتے تھے جو فتح مکہ سے قبل مسلمان ہوئے تھے۔ اس سلسلہ میں آپؓ نے کبھی قبائلی عصبیت یا اقرباء نوازی کا رویہ اختیار نہیں کیا۔ اسی سخت اصول اور بلند معیاری کا نتیجہ تھا کہ آپؓ کے مقرر کردہ عمال و حکام نے ہمیشہ اپنی بہترین صلاحیتیں اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کے لیے استعمال کیں۔

(سیدنا صدیق اکبرؓ از ابوالنصر مترجم صفحہ 693)

حضرت ابوبکر صدیقؓ عمال کی تقرری میں اہلِ علاقہ کی رائے کا بھی احترام کرتے تھے

چنانچہ حضرت علاء بن حضرمیؓ عہدِ نبوی میں بحرین کے گورنر رہے۔ بعد میں کسی وجہ سے ان کو وہاں سے کہیں اَور بھجوا دیا گیا۔ پھر حضرت ابوبکرؓ کے دَورِ خلافت میں اہلِ بحرین نے حضرت ابوبکرؓ کو درخواست کی کہ حضرت علاءؓ کو ان کے پاس واپس بھجوا دیا جائے تو حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عَلَاء بن حَضْرَمیؓ کو بحرین کا گورنر بنا کر ان کے پاس بھجوا دیا۔

(ماخوذ از فتوح البلدان لبلاذری صفحہ 131 مترجم مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی)

عاملین کو بھی آپؓ نے ہدایات دیں۔ اس کے بارے میں لکھا ہے کہ

حضرت ابوبکرؓ حکام کے تقرر کے موقع پر خود ہدایات دیتے تھے

چنانچہ تاریخ طبری میں ہے کہ عمرو بن عاصؓ اور ولید بن عقبہؓ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: ظاہر و باطن میں خدا سے ڈرتے رہو۔ جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے وہ اس کے لیے رہائی کا راستہ پیدا کر دیتا ہے اور اس کو ایسے ذریعہ سے رزق دیتا ہے جہاں سے ملنے کا اس کو گمان بھی نہیں ہوتا۔ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے وہ اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے یعنی اللہ اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے اور اس کو بڑھا کر اجر دیتا ہے۔ خدا تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنا ان سب میں بہتر ہے جس کی خدا تعالیٰ کے بندے ایک دوسرے کو تلقین کرتے ہیں۔ تم خدا کے راستوں میں سے ایک راستے پر جا رہے ہو لہٰذا جو امر تمہارے دین کی قوت اور تمہاری حکومت کی حفاظت کا موجب ہو اس میں تمہارا کوتاہی کرنا ناقابلِ معافی جرم ہے۔ پس تمہاری طرف سے سستی اور غفلت ہرگز نہیں ہونی چاہیے۔

(تاریخ الطبری جلد ۲ صفحہ ۳۳۲ دارالکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت مُسْتَوْرِد بن شدادؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص ہمارا عامل ہو وہ ایک بیوی رکھ لے اور اگر اس کے پاس خادم نہ ہو تو وہ ایک خادم رکھ لے۔ اگر اس کے پاس رہائش کے لیے مکان نہ ہو تو رہائش کے لیے ایک مکان رکھ لے۔ مستورد نے کہا حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا جو شخص ان اشیاء کے علاوہ کچھ بھی لے تو وہ خائن ہے یا فرمایا کہ وہ چور ہے۔

(سنن ابی داؤد کتاب الخراج والامارہ والفیء باب فی ارزاق العمال حدیث ۲۹۴۵)

عُمّال کا محاسبہ

کس طرح ہوتا تھا؟ حضرت ابوبکرؓ عمال و حکام کی ایک ایک حرکت پر نظر رکھتے تھے۔ چونکہ یہ لوگ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض صحبت حاصل کر چکے تھے اس لیے حضرت عمرؓ کے برعکس حضرت ابوبکرؓ ان کی معمولی بھول چوک سے درگذر فرماتے تھے۔ نظر رکھتے تھے کہ کیا کر رہے ہیں لیکن معمولی باتوں کو درگذر فرماتے تھے۔ تاریخ طبری میں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ اپنے عُمال اور آدمیوں کو قید نہیں کرتے تھے لیکن جب کوئی سخت غلطی کرتا تو آپ اس کو مناسب تنبیہ ضرور فرماتے تھے خواہ وہ عہدے کے اعتبار سے کتنا بڑا کیوں نہ ہو۔ حضرت مہاجر بن امیہؓ کے بارے میں آپ کو معلوم ہوا کہ انہوں نے ایک ایسی عورت کے دانت اکھڑوا دیے ہیں جو مسلمانوں کی ہجو کرتی ہے تو اس پر آپؓ نے فوراً حضرت مہاجرؓ کو سرزنش کا خط لکھا۔ حتیٰ کہ اگر آپؓ کو حضرت خالد بن ولیدؓ کی کسی کوتاہی کا علم ہوتا تو آپ ان کو بھی سرزنش کرنے میں تامل نہ فرماتے۔

(سیدنا صدیق اکبرؓ از ابوالنصر مترجم صفحہ 695)

امراء اور گورنروں کی ذمہ داریوں کے بارے میں لکھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے مختلف علاقوں، شہروں اور قصبوں میں جو گورنر اور امراء مقرر کیے تھے ان کی مختلف ذمہ داریاں اور ڈیوٹیاں لگائی گئی تھیں۔ امراء اور ان کے نائبین کی مالی ذمہ داریاں بھی تھیں۔ وہ اپنے علاقے میں علاقے کے دولتمندوں سے زکوٰۃ وصول کر کے غرباء میں تقسیم کرتے تھے اور غیر مسلموں سے جزیہ لے کر بیت المال میں جمع کراتے تھے۔ ان کی یہ ذمہ داری عہدِ نبویؐ سے چلی آ رہی تھی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ہونے والے معاہدوں کی تجدید کی گئی۔ نجران کے والی نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل نجران کے درمیان کیے گئے معاہدے کی تجدید کی تھی کیونکہ اہلِ نجران کے عیسائیوں نے اس کا مطالبہ کیا تھا۔ امراء اپنے اپنے علاقوں میں لوگوں کو دینی تعلیم دینے اور اسلام کی تبلیغ و دعوت اور نشر و اشاعت میں بھرپور کردار ادا کرتے تھے۔ ان میں سے اکثر مساجد میں حلقہ بنا کر لوگوں کو قرآن اور اسلامی احکام اور آداب سکھاتے تھے۔ وہ ایسا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی میں کرتے تھے۔ یہ ذمہ داری رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے خلیفہ حضرت ابوبکرؓ کی نظر میں سب سے اہم شمار ہوتی تھی۔ اس لیے حضرت ابوبکرؓ کے امراء اور گورنروں نے اس ذمہ داری کو خوب نبھایا اور اچھی طرح نبھایا حتیٰ کہ ایک مؤرخ حضرت ابوبکرؓ کے حضرموت میں مقرر کردہ امیر زیاد بن لبید کے بارے میں لکھتا ہے کہ جب صبح ہوتی تو زیاد لوگوں کو قرآن پڑھانے کے لیے تشریف لے آتے جیسا کہ وہ امیر بننے سے پہلے قرآن پڑھانے آیا کرتے تھے۔ اسی طرح

تعلیم و تربیت کے ذریعہ سے ان امراء نے اپنے علاقوں میں اسلام کی نشر و اشاعت میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔

مفتوحہ علاقوں و مرتد اور باغی ہو جانے والے علاقوں میں اسی تعلیم کی بدولت اسلام مضبوط ہوا۔ ایسے علاقے جہاں ان کے باسی نئے نئے مسلمان ہوئے تھے اور دینی احکام سے بے خبر تھے ان علاقوں میں اس تعلیم کا خاطر خواہ نتیجہ برآمد ہوا جبکہ اسلام کے مضبوط مراکز مثلاً مکہ مکرمہ، طائف اور مدینہ منورہ میں بھی ایسے معلمین مقرر تھے جو لوگوں کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کرتے تھے۔ یہ سب کچھ اس کے خلیفہ یا امیر کے حکم پر ہوتا تھا یا جنہیں خلیفہ خاص طور پر مختلف علاقوں میں تعلیم کے لیے متعین کرتا تھا وہ یہ فریضہ سرانجام دیتے تھے۔ علاقے کا امیر یا گورنر اپنے صوبے کے انتظامی امور کا براہِ راست ذمہ دار ہوتا تھا۔ اگر اسے کسی سفر پہ جانا ہوتا تو وہ اپنا نائب مقرر کرتا تھا جو کہ اس کی واپسی تک انتظامی امور کی نگرانی کرتا تھا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ حضرت مہاجر بن ابی امیہ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کندہ کا گورنر مقرر فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے بھی انہیں اسی عہدے پر برقرار رکھا۔ مہاجر اپنی بیماری کی وجہ سے یمن نہیں جا سکے وہ مدینہ میں رک گئے اور اپنی جگہ زیاد بن لبید کو روانہ کیا کہ ان کی شفایابی اور یمن تشریف آوری تک ان کے فرائض انجام دیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے بھی اس امر کی اجازت دے دی۔ اسی طرح عراق کی گورنری کے دوران حضرت خالد بن ولیدؓ حِیْرَہ میں اپنی واپسی تک اپنا نائب مقرر کر دیتے تھے۔

(حضرت ابوبکرؓ کی زندگی کے سنہرے واقعات، از عبدالمالک مجاہد، صفحہ 188، 189 مکتبہ دارالسلام الریاض)

یہ ذکر چل رہا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ بھی بیان ہوگا۔

(الفضل انٹرنیشنل 30؍ستمبر 2022ء صفحہ 5 تا 10)

مترجم: ابو سلطان

ڈائری عابد خان سے ایک ورق

اے چھاؤں چھاؤں شخص! تیری عمر ہو دراز

23 مئی 2015ء کو حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اور آپ کا قافلہ اٹھارہ روزہ دورہ کے لئے جرمنی روانہ ہوئے جہاں حضور انور نے جلسہ سالانہ جرمنی میں شمولیت اختیار فرما کر اس کو اعزاز بخشا۔

حضور انور کے خطاب کا اثر

حضور انور کے مسجد کی سنگ بنیاد رکھنے کی تقریب دیکھنے کے بعد چند مہمانان کو ملنے کا موقع ملا جس دوران تقریب جاری تھی۔ ایک لوکل خاتون پولیس نے کہا کہ

اگر حقیقی اسلامی تعلیمات یہی ہیں جو آپ کے خلیفہ نے بتائی ہیں تو میں امید کرتی ہوں کہ یہ جلدی سے پورے جرمنی میں پھیل جائے۔

بعد ازاں میری ملاقات اس قطعہ زمین کی مالکہ سے بھی ہوئی جن سے مسجد کے لیے زمین خریدی گئی تھی۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ حضور انور کے خطاب کو سننے کے بعد انہیں یقین دہانی ہوئی ہے کہ یہ قطعہ زمین اب محفوظ ہاتھوں میں ہے۔ انہوں نے اظہار کیا کہ خطاب کو سننے کے بعد انہیں اندرونی سکون اور امن کا احساس ہوا ہے۔

ایک پولیس officer نے بیان کیا کہ

میں نے زندگی بھر ایسی یکجہتی نہیں دیکھی جیسی آج دیکھی ہے۔ یہ بات نہایت واضح ہے کہ احمدی مسلمان اپنے خلیفہ کی کامل اطاعت کرتے ہیں۔ مجھے خلیفہ (صاحب) کا خطاب بہت پسند آیا۔ خاص طور پر وہ حصہ جب آپ نے فرمایا کہ ہمیں اپنے حقوق پر دوسروں کو ترجیح دینی چاہیے۔ یہ اسلام کی ایک بے نفسی کی تعلیم ہے جو آج میں نے سیکھی ہے۔

میری ملاقات ایک لوکل ڈاکٹر سے ہوئی جو ایک لوکل ہسپتال کی نمائندگی کر رہے تھے۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ قبل ازیں وہ مسلمانوں کے بارے میں منفی رائے رکھتے تھے لیکن حضور انور کے خطاب کو سننے کے بعد وہ سب خیالات یکسر بدل گئے ہیں۔

حضور انور کا مدد فرمانا اور رہنمائی کرنا

تقریب کے اختتام پر میں نے موقع پا کر حضور انور کا مستقل رہنمائی اور حوصلہ افزائی کرنے پر شکریہ ادا کیا۔ جرمنی کے دورہ کی جملہ ڈائریز شائع ہونے سے پہلے حضور انور خود ملاحظہ فرماتے رہے۔ آپ نے ہر فقرہ پڑھا اور درستیاں فرمائیں اور ایسی جگہوں کی نشاندہی بھی فرمائی جہاں میری یاداشت نے خطا کھائی تھی۔ حتیٰ کہ آپ نے میری spellings کی غلطیاں اور typos بھی درست فرمائیں۔ نیز میرا ارادہ تھا کہ حضور انور کا سارا دورہ دو حصوں میں مکمل کروں۔ لیکن حضور انور نے تجویز فرمایا کہ مجھے اس کو تین حصوں میں تقسیم کرنا چاہیے تا کہ قارئین کے پڑھنے میں سہولت رہے۔

مزید براں حضور انور نے اس ڈائری کے کچھ حصے ڈرافٹ کرنے میں خاکسار کی مدد بھی فرمائی اور انہیں مزید دلچسپ کرنے کے طریق بھی بتلائے۔ جب میں نے حضور انور کی مدد سے تیار ہونے والے حصوں کے ڈرافٹ پڑھے تو مجھ پر فوراً حضور انور کی رہنمائی کی اہمیت اجاگر ہوئی۔

اللہ تعالیٰ حضور انور کو فعال عمر دراز سے نوازے اور ہر احمدی کو خلافت کا حقیقی مطیع اور فرمانبردار بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

دورہ جرمنی کی برکات

اس دورہ کے پہلے دن سے لے کر آخری دن تک حضور انور کا دورہ بے شمار فضلوں اور برکات اور یادگار لمحات سے بھرا ہوا تھا۔ ہم میں سے وہ احباب جو اس بابرکت موقع پر حاضر تھے انہوں نے براہ راست زندگیوں کو بدلتے دیکھا اور حضرت خلیفۃ المسیح کی موجودگی میں نئی زندگیوں میں ڈھلتے دیکھا۔ ہم نے دیکھا کہ غیر مسلموں کو پہلی مرتبہ اسلام کی تعلیمات کا فہم اور ادراک حاصل ہوا ہے۔ ہم نے دیکھا کہ خلیفہ وقت احمدیوں کی خوشی میں شامل ہو کر انہیں دوبالا کر دیتے ہیں اور ہم نے یہ بھی دیکھا کہ کس طرح آپ ان کے غم کے لمحات میں ان کی ڈھارس بندھاتے ہیں۔ ہم نے دیکھا کہ کس طرح آپ انفرادی طور پر اور اجتماعی طور پر احمدیوں کی رہنمائی فرماتے ہیں۔ ایک مرتبہ پھر ہم نے مشاہدہ کیا کہ احمدیوں اور ان کے خلیفہ کے درمیان ایک منفرد روحانی تعلق کیسا ہوتا ہے جس کا کوئی ثانی نہیں۔

ایک دوسرے مہمان Mr. Strang نے اپنے تاثرات کا اظہار یوں کیا کہ

جب آپ خلیفہ کو دیکھتے ہیں تو خود بخود ان کی عزت کرنے کو جی چاہتا ہے۔ ایسے لگتا ہے جیسے ایک روحانی نور نے آپ کو گھیرا ہو۔ میں ایک کیتھولک ہوں لیکن خلیفہ کے لیے میرے دل میں احترام ایسا ہی ہے جیسے پوپ کے لیے ہے۔ میں دوسرے لوگوں کو بھی ضرور بتاؤں گا کہ کس طرح خلیفہ محض امن اور رواداری کی بات ہی کرتے ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ یہ تقریب بہت بابرکت ثابت ہوئی۔ جس طرح حضور انور کا دورہ Aachen سے نہایت بابرکت طریق پر شروع ہوا تھا ایسا ہی Vechta میں نہایت بابرکت اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا متحمل ہوتا ہوا اختتام پذیر ہوا۔

Vechta میں مہمانوں سے ملاقات

حضور انور نے اس تقریب کے اختتام پر دعا کروائی جس کے بعد مہمانان کی خدمت میں عشائیہ پیش کیا گیا۔ چند گھنٹے قبل کھانا کھانے کی وجہ سے مجھے بھوک نہیں لگی تھی اس لیے اپنے کھانے کے میز سے اجازت چاہی اور چند مہمانوں کو ملنے میں مصروف ہو گیا۔

ہر مہمان نے حضور انور کے خطاب پر خوشی کا اظہار کیا اور اکثریت نے برملا اس بات کا اظہار کیا کہ کس طرح ان چند منٹوں نے اسلام کے بارے میں ان کے خیالات کو یکسر بدل کر رکھ دیا ہے۔

پہلی مہمان خاتون جن سے میری ملاقات ہوئی ان کا نام Cindy Leppla تھا جو ایک لوکل یونیورسٹی کی لائبریری میں کام کرتی تھیں۔ انہوں نے بتایا کہ انہیں حضور انور کے خطاب نے بہت جذباتی کر دیا اور براہ راست خلیفہ کو سننا ان کے لیے نہایت سعادت کی بات ہے۔

ایک دوسری مہمان خاتون نے اظہار کیا کہ

سب سے اہم بات یہ ہے کہ آج میں نے ایک ایسا مسلمان لیڈر دیکھا ہے جو انسانیت سے محبت کرتا ہے۔ جب آپ خلیفہ کو دیکھتے ہیں تو آپ کی انسانیت سے محبت مزید بڑھتی ہے۔ آپ کو دیکھ کر اور سن کر میرے دل کو بہت تسکین حاصل ہوئی۔ میں نے خود دیکھا ہے کہ آپ وہ مسلمان لیڈر ہیں جو پوری تعظیم کے ساتھ مردوں اور عورتوں کو ایک جیسی عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

میری ملاقات ایک جرمن دوست Bernard Schmidt سے ہوئی جنہوں نے بتایا

اگر مجھے خلیفہ کے (امن اور رواداری کے) پیغام کا پہلے سے علم ہوتا تو میں آپ کو اپنے چرچ میں مدعو کرتا۔ آپ اس قدر عاجز ہیں اور آپ کے الفاظ اس قدر سادہ ہیں اور یہ آپ کی سچائی کی ایک دلیل ہے کہ کوئی اختلاف یا ابہام آپ کی گفتگو میں نہیں پایا جاتا۔ آپ کا خطاب دنیا میں امن اور مذہبی آزادی کی بنیادیں ڈالنے والا تھا۔

(حضور انور کا دورہ جرمنی مئی-جون 2015ء حصہ سوم اردو ترجمہ از ڈائری مکرم عابد خان)

دعا کا تحفہ

وضو کی دُعا

حضرت عمر بن الخطاب سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب وضوء سے فارغ ہوتے تو یہ کلمات دہراتے۔ اور فرماتے تھے کہ جو شخص وضو کے بعد یہ کلمات دہرائے اُس کے لئے جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں:

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ

(ترمذی کتاب الطھارات)

ترجمہ:۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اے اللہ! مجھے توبہ کرنے والوں میں سے بنا اور مجھے پاک صاف رہنے والوں میں سے بنا دے۔

(مناجات رسولؐ از خزینۃ الدعا مرتبہ علامہ ایچ ایم طارق ایڈیشن 2014ء صفحہ 55)

مرسلہ: عائشہ چوہدری۔ جرمنی

مرسلہ: محمد انور شہزاد

تفسیر سورۃ النور آیت 3

بیان فرمودہ سیدنا حضرت مصلح موعودؓ

حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مؤرخہ 23/ستمبر 2022ء کے خطبہ میں فرمایا:

’’حضرت مصلح موعودؓ ایک جگہ فرماتے ہیں حضرت عمرؓ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تورات کا ایک نسخہ لے کر آئے اور کہنے لگے کہ یا رسول اللہ! یہ تورات ہے۔ آپؐ اُن کی بات سن کر خاموش ہو گئے۔ مگر حضرت عمرؓ نے تورات کھول کر اُسے پڑھنا شروع کر دیا۔ اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ پر ناپسندیدگی کے آثار ظاہر ہوئے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یہ بات دیکھی تو وہ حضرت عمرؓ پر ناراض ہوئے اور انہوں نے کہا۔ کیا تمہیں نظر نہیں آتا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے بُرا منا رہے ہیں؟ اُن کی بات سن کر حضرت عمرؓ کو بھی توجہ پیدا ہوئی اور انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ کو دیکھا اور جب انہیں بھی آپ کے چہرہ پر ناراضگی کے آثار دکھائی دیئے تو انہوں نے معذرت کی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے معافی طلب کی۔

حضرت مصلح موعودؓ نے یہ واقعہ ایک آیت کی تفسیر میں بیان فرمایا ہے اور آنحضرت ﷺ کی ناراضگی جو حضرت عمرؓ کی تورات کی اس آیت پڑھنے پر تھی جو اسلامی تعلیم سے مختلف ہے اس کی وجہ سے تھی، نہ کہ یہ کہ تورات کیوں پڑھی۔ **اور اگر کسی کو اس کی تفسیر پڑھنے میں دلچسپی ہے تو تفسیر کبیر جلد 6 میں سورہ نور کی آیت 3 کے ضمن میں اس کی باقی تفصیل بھی لکھی ہوئی ہے وہاں سے دیکھ سکتے ہیں۔‘‘**

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جس آیت کی تفسیر کا ذکر کیا وہ قارئین الفضل کے استفادہ کے لئے پیش خدمت ہے۔

(ایڈیٹر)

آیت قرآنیہ

اَلزَّانِیَۃُ وَالزَّانِیۡ فَاجۡلِدُوۡا کُلَّ وَاحِدٍ مِّنۡہُمَا مِائَۃَ جَلۡدَۃٍ ۪ وَّلَا تَاۡخُذۡکُمۡ بِہِمَا رَاۡفَۃٌ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ ۚ وَلۡیَشۡہَدۡ عَذَابَہُمَا طَآئِفَۃٌ مِّنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ

(النور: 3)

ترجمہ: زانیہ عورت اور زانی مرد (اگر ان پر الزام ثابت ہوجائے تو) ان میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ۔ اور اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لاتے ہو تو اللہ کے حکم کے بجالانے میں ان دونوں قسم کے مجرموں کے متعلق تمہیں رحم نہ آئے اور چاہئے کہ ان دونوں کی سزا کو مومنوں کی ایک جماعت مشاہدہ کرے۔

تفسیر

نسل انسانی کی بقاء اور حفاظت

سورۂ نور کی ابتداء بعض ایسے احکام سے کی گئی ہے جن کو نظر انداز کرنا انسانی تمدن میں کئی قسم کی خرابیاں پیدا کر دیتا ہے۔ چنانچہ نسل انسانی کے بقاء اور اس کی حفاظت کے قوانین سے اس سورۃ کو شروع کیا گیا ہے تا کہ جسمانی اور اخلاقی حفاظت کے قوانین کو مدنظر رکھتے ہوئے روحانی ترقیات کی طرف انسان کی توجہ پھرے۔ یہ ایک یقینی بات ہے کہ جس طرح جسمانی حفاظت کے قواعد کو مدنظر نہ رکھنے سے انسانی جسم تباہ اور قوتیں برباد ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح روحانی تعلقات میں غلطی کرنے سے بھی بڑے بھاری نقصانات پیدا ہوتے ہیں اور روحانی کوششوں کے نتائج مخلوط ہو جاتے ہیں۔

جسمانی تعلق کے اثرات

جسمانی تعلقات میں دیکھو بظاہر جس طرح جائز تعلق رکھنے والے مرد و عورت ملتے ہیں اور بچہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ناجائز تعلق رکھنے والے بھی ملتے ہیں اور ان کے تعلق سے بھی بچہ پیدا ہو جاتا ہے۔ لیکن پہلا تعلق جہاں انسانی تمدن کو ترقی دینے والا ہے وہاں ناجائز تعلق کے نتیجہ میں انسانی تمدن کے سر پر کلہاڑا رکھ دیا جاتا ہے اور آئندہ نسلیں ایسی مشکوک ہو جاتی ہیں کہ اُن کا امتیاز کرنا ہی ناممکن ہو جاتا ہے۔

روحانی تعلق کے اثرات

اسی طرح روحانی تعلق پیدا کرنے میں جب لوگ احتیاط سے کام نہیں لیتے اور غلط طریق اختیار کر لیتے ہیں یعنی جس سے روحانی تعلق پیدا کرنا چاہئے اُس سے نہیں کرتے بلکہ جس سے نہیں کرنا چاہئے اُس سے کر لیتے ہیں تو اُس سے بھی بڑے خوفناک نتائج نکلتے ہیں مگر بہت لوگ ہیں جو اس بات کو نہیں سمجھتے حالانکہ اَرواح کا بھی آپس میں تعلق ہوتا ہے۔ اور جب تک اُن کا تعلق جائز اور صحیح طور پر نہ ہو خراب نتیجہ نکلتا ہے اور خواہ کتنی کوشش کی جائے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ دیکھ لو ایک طالب علم ایک استاد سے کچھ نہیں سیکھ سکتا لیکن دوسرے اُستاد سے بہت کچھ سیکھ لیتا ہے۔ ایک افسر کے ماتحت ایک شخص اچھی طرح کام نہیں کرتا لیکن دوسرے افسر کے ماتحت وہی شخص خوب عمدگی سے کام کرتا ہے۔ ایک تاجر کو اگر دوسرے تاجر سے ملا دیا جائے تو اُن کا ملنا نقصان کا موجب ہوتا ہے لیکن ایک اور کے ساتھ ملنے سے اُس کی تجارت خوب ترقی کر جاتی ہے۔

روحانی تعلق کے دو طریق

پس اَرواح کا بھی آپس میں تعلق ہوتا ہے مگر یہ تعلق خدا ہی پیدا کرتا ہے۔ جو دو طرح ہوتا ہے یا تو اس طرح کہ ایسی روح کے متعلق دنیا میں خدا تعالیٰ کی طرف سے اعلان کر دیا جاتا ہے کہ اس سے تعلق رکھنے والے روحانی فائدہ اُٹھائیں گے۔ اور یا ایسا ہوتا ہے کہ اعلان تو نہیں ہوتا ہاں انسان اپنی کوشش اور سعی سے اس کو دریافت کر لیتا ہے۔

پہلی شق میں مامورین اور اُن کے خلفاء شامل ہیں اور دوسری شق میں غیر مامور اور اُن کے خلفاء داخل ہیں۔ جب اُن سے تعلق ہو تب روحانی طور پر نیک نتائج نکلتے ہیں ورنہ نہیں۔

پہلی قسم کی ارواح کے متعلق تو چونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اعلان ہوجاتا ہے اس لئے اُن کی تلاش میں کوئی دقت پیش نہیں آتی لیکن دوسری

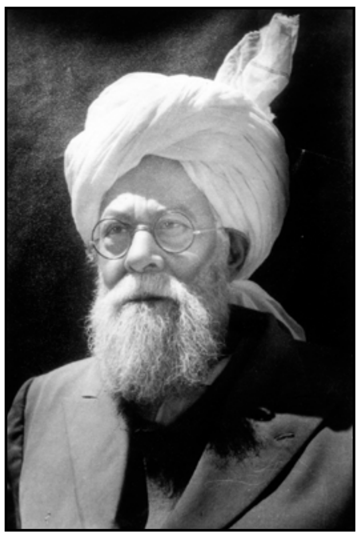

قسم کی ارواح کے متعلق عقل اور فراست سے جستجو کرنا ضروری ہوتا ہے اور اگر کوئی شخص ان کیلئے کامل جستجو نہیں کرتا اور اُن سے تعلق نہیں رکھتا تو دوسرے لوگوں سے خواہ وہ بیس بیس سال بھی تعلق رکھے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ پس روحانی تعلقات کی طرف توجہ دلانے کیلئے اس سورۃ کو مرد و عورت کے تعلقات سے شروع کیا گیا ہے۔

زنا کی سزا سو سو کوڑے

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ زانیہ عورت اور زانی مرد میں سے ہر ایک کو سَو سَو کوڑے لگاؤ۔ اور اس حکم الٰہی کو سرانجام دینے کے سلسلہ میں تمہارے دل میں کوئی نرمی پیدا نہ ہو بلکہ سزا دیتے وقت کچھ اور مومنوں کو بھی بُلا لیا کرو۔

قرآن کریم کی اس آیت سے بالبداہت ثابت ہے کہ زانی مرد اور زانیہ عورت کی سزا ایک سو کوڑے ہیں۔ اور سورۂ نساء رکوع 4 میں آتا ہے کہ یہ سزا اُن عورتوں اور مردوں کیلئے ہے جو آزاد ہوں۔ جو عورتیں آزاد نہ ہوں اُن کی سزا بدکاری کی صورت میں نصف ہے یعنی پچاس کوڑے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَاِذَاۤ اُحۡصِنَّ فَاِنۡ اَتَیۡنَ بِفَاحِشَۃٍ فَعَلَیۡہِنَّ نِصۡفُ مَا عَلَی الۡمُحۡصَنٰتِ مِنَ الۡعَذَابِ (نساء رکوع 4) یعنی جب وہ عورتیں جو آزاد نہ ہوں دوسروں کے نکاح میں آجائیں تو اگر وہ کسی قسم کی بے حیائی کی مرتکب ہوں تو اُن کی سزا آزاد عورتوں کی نسبت نصف ہوگی۔ اس آیت سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ مقررہ سزا ایسی ہے جو نصف ہوسکتی ہے۔ اور سو کوڑوں کی نصف سزا پچاس کوڑے بن جاتی ہے۔

کوڑے کے بجائے رجم

لیکن بعض لوگ اس آیت کے متعلق یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ سزا بعد میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کی شکل میں بدل دی تھی۔ یعنی آپ نے یہ حکم دیا تھا کہ بجائے اس کے کہ کوڑے مارے جائیں رجم کرنا چاہئے۔

لیکن ظاہر ہے کہ اگر یہ معنے کئے جائیں تو نہ صرف محولہ بالا آیت نور ہی منسوخ ہو جاتی ہے بلکہ سورۂ نساء کی آیت بھی بالکل بے معنی ہو جاتی ہے کیونکہ اس میں صاف بتایا گیا ہے کہ لونڈی کی سزا آدھی ہے اور رجم کا آدھا قیاس میں بھی نہیں آسکتا۔ پس اس آیت کی صریح اور واضح مفہوم کے ہوتے ہوئے اور سورۃ النساء کی آیت کی تصدیق کی موجودگی میں یہ بات بغیر کسی شک اور شبہ کے کہی جا سکتی ہے کہ قرآن کریم میں زنا کی سزا آزاد عورت اور مرد کیلئے سو کوڑے ہیں اور لونڈی یا قیدی کیلئے پچاس کوڑے ہیں۔

رجم کا دستور مسلمانوں میں

اب رہا یہ سوال کہ رجم کا دستور مسلمانوں میں کس طرح پڑا؟ سو اس بارہ میں یاد رکھنا چاہئے کہ احادیث سے یہ امر ثابت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدکار عورت اور مرد کے متعلق رجم کا حکم دیا۔ پس اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ مسلمانوں میں کبھی نہ کبھی اور کسی نہ کسی صورت میں رجم کا حکم یقیناً تھا۔

کس نے کس کو منسوخ کیا

سوال صرف یہ رہ جاتا ہے کہ آیا رجم نے کوڑے مارنے کے حکم کو منسوخ کیا یا کوڑے مارنے کے حکم نے رجم کے حکم کو منسوخ کیا۔ یا یہ دونوں حکم ایک وقت میں موجود تھے اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ اس حکم کے متعلق ناسخ اور منسوخ کا قاعدہ استعمال ہوا ہے تو ہمارے اپنے عقیدہ کے رُو سے تو معاملہ بالکل صاف ہو جاتا ہے کیونکہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ کوئی منسوخ حکم قرآن کریم میں موجود نہیں۔ قرآن کریم میں جتنے احکام موجود ہیں وہ سب غیر منسوخ ہیں۔ اس عقیدہ کے رُو سے ہم یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ اگر رجم کا کوئی حکم تھا تو اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے تھا اور اس آیت نے اُسے منسوخ کر دیا لیکن ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ کوئی اور حکم بعد میں نازل ہوا اور اُس نے اس حکم کو منسوخ کر دیا۔ اور اگر کوئی حدیث اس کے خلاف ہے تو وہ مردود ہے کیونکہ وہ قرآن شریف کو رد کرتی ہے۔ نیز اگر یہ آیت منسوخ ہوگئی ہوتی تو پھر یہ قرآن سے نکال دی جاتی۔ یہ جو بعض فقہاء نے مسئلہ بنایا ہوا ہے کہ بعض آیتیں ایسی ہیں کہ تلاوتاً قائم ہیں اور حکماً منسوخ ہیں یہ نہایت ہی خلافِ عقل، خلافِ دلیل اور خلافِ آدابِ قرآنی ہے۔ ہم اس مسئلہ کو ہرگز تسلیم نہیں کرتے۔ ہمارے نزدیک اگر منسوخ آیتیں قرآن کریم میں موجود ہیں تو پھر سارے قرآن کا اعتبار اُٹھ جاتا ہے۔ اس صورت میں ہمارے پاس کیا دلیل رہ جاتی ہے کہ ہم فلاں آیت پر عمل کریں اور فلاں پر نہ کریں۔ قرآن کریم کی سب سے بڑی عظمت تو یہی ہے کہ وہ ایک یقینی بنیاد پر قائم ہے اور اس کا ایک ایک لفظ یقینی ہے۔ اگر اس کے احکام کو بلکہ اس کی آیات کے قابلِ عمل ہونے کو ہم علماء اور فقہاء کے قیاس کے ساتھ وابستہ کر دیں تو پھر تو وہ ایسا ہی مشکوک اور مبہم ہو جاتا ہے جیسا کہ علماء کے قیاس ہوتے ہیں۔ اگر یہ بات ہو تو ہمارا حق ہے کہ جس طرح ہم علماء کے قیاسات کو دلیل کے ساتھ رد کر سکتے ہیں قرآن کریم کی آیتوں کو بھی ہم دلیل کے ساتھ رد کر دیں۔ اور یہ ایک نہایت ہی گمراہ کن اور غیر اسلامی عقیدہ ہوگا۔ پس صرف یہ صورت رہ جاتی ہے کہ ہم کہیں کہ رجم کا کوئی حکم پہلے موجود تھا۔ جسے قرآن کریم کی اس آیت نے منسوخ کر دیا۔ اگر یہ بات مانی جائے تو سارا مسئلہ ہی صاف ہو جاتا ہے اور شکل یہ بنتی ہے کہ

یہود میں رجم کا حکم

یہود میں رجم کا حکم موجود تھا (دیکھو یوحنا باب 8 آیت 5 وحزقی ایل باب 16 آیت 40 واحبار باب 20 آیت 10 واستثناء باب 22 آیت 22)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حکم کے ماتحت مسلمانوں میں بھی یہی طریق جاری کیا کیونکہ اُس وقت تک قرآن کریم نے کوئی فیصلہ نہیں کیا تھا۔ جب قرآن کریم نے فیصلہ کر دیا تو پہلا طریق منسوخ ہوگیا جو قرآنی حکم نہیں تھا بلکہ اتباع یہود میں ایک اسلامی دستور قائم ہوا تھا۔ مگر اس عقیدہ کے ماننے کیلئے ضروری ہے کہ تاریخی طور پر یہ ثابت کیا جائے کہ رجم پر مسلمانوں کا عمل سو کوڑے مارنے کے عمل سے پہلے تھا۔ لیکن تاریخ سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ رجم کرنے کا طریق مسلمانوں میں بعد میں بھی جاری رہا۔

حضرت عمرؓ کی روایت

اور حضرت عمرؓ کے متعلق تو یہاں تک بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے کہا کہ قرآن کریم میں رجم کی ایک آیت تھی جو کہ بعد میں غائب ہوگئی۔ اور وہ اس کے الفاظ یہ بتاتے ہیں کہ

اَلشَّیْخُ وَالشَّیْخَۃُ اِذَا زَنَیَا فَارْجُمُوْھُمَا الْبَتَّۃَ

(کشف الغمۃ جلد 2 صفحہ 111)

ایک بڑی عمر والا مرد یا ایک بڑی عمر والی عورت جب زنا کریں تو اُن کو پتھر مار کر کلّی طور پر قتل کر دو۔

حضرت عائشہؓ کی روایت

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

لَقَدْ نَزَلَتْ اٰیَۃُ الرَّجْمِ وَالرَّضَاعَۃِ فَکَانَتَا فِیْ صَحِیْفَۃٍ تَحْتَ سَرِیْرِیْ فَلَمَّا مَاتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَشَاغَلْنَا بِمَوْتِہٖ فَدَخَلَ دَاجِنٌ فَاَکَلَھَا

(محلّٰی ابن حزم جلد 11 صفحہ 236)

یعنی رجم اور رضاعت کا حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا تھا۔ اور وہ ایک کاغذ پر لکھا ہوا تھا اور میرے تکیہ کے نیچے پڑا تھا۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے تو ہم آپ کے کفن دفن میں مشغول ہو گئے۔ اتنے میں ایک بکری آئی اور وہ اُس کاغذ کو کھا گئی۔

دونوں روایات کی وضاحت

ان روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک کوئی آیت اُتری تھی جس میں زانی کو رجم کرنے حکم تھا۔ حضرت عائشہؓ کی روایت سے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ حکم آپ کے تکیہ کے نیچے رکھا ہوا تھا اور ایک بکری اُس کو کھا گئی۔ اور حضرت عمرؓ اس کے متعلق خاموش ہیں۔ اگر اُن سے کوئی روایت ثابت ہے تو صرف یہ کہ

کَانَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ یَقُوْلُ اِیَّاکُمْ اَنْ تَھْلِکُوْا فَیَقُوْلَ قَآئِلٌ لَّا نَجِدُ الرَّجْمَ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ فَقَدْ رَجَمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَرَجَمْنَا بَعْدَہٗ وَاِنِّیْ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْلَا اَنْ یَّقُوْلَ قَآئِلٌ اَحْدَثَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ تَعَالٰی لَکَتَبْتُھَا

(کشف الغمہ جلد 2 صفحہ 11)

وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَکَتَبْتُھَا عَلٰی حَاشِیَۃِ الْمُصْحَفِ

(فتح القدیر شرح ہدایۃ جلد 4 صفحہ 121)

یعنی حضرت عمرؓ کہا کرتے تھے کہ ایسا نہ ہو تم لوگوں کے مرنے کے بعد کوئی شخص یہ کہنے لگ جائے کہ ہم کو تو خدا کی کتاب میں رجم کا مسئلہ نہیں ملتا کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی رجم کیا ہے اور ہم نے بھی آپ کے بعد رجم کیا ہے۔ اور مجھے خدا کی قسم اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ کوئی شخص یہ اعتراض کر دیگا کہ عمرؓ نے خدا کی کتاب میں اپنے پاس سے زیادتی کر دی ہے تو میں یہ حکم بھی لکھ دیتا۔ اور ایک روایت میں آیا ہے کہ میں یہ حکم قرآن کریم کے حاشیہ پر لکھ دیتا۔

چونکہ یہ ایک عقلی اور نقلی مسلمہ اصول ہے کہ کسی روایت کی زیادتی اس کے معنوں کی اصل تشریح ہوتی ہے اس لئے ہمیں یہ ماننا پڑے گا کہ درحقیقت یہی زیادہ معتبر قول ہے کہ حضرت عمرؓ نے یہ خیال ظاہر کیا کہ میں قرآن کے حاشیے پر یہ عبارت لکھ دیتا۔ اور قرآن کے حاشیہ پر اگر کوئی چیز لکھی ہوئی ہو تو وہ قرآن نہیں بن جاتی۔

پس حضرت عمرؓ جو اس روایت کے مطابق اس کو حکم الٰہی سمجھتے تھے وہ بھی یہ جرأت نہیں کر سکے کہ اس کو قرآن کریم میں داخل کر دیں۔ حالانکہ اُس وقت قرآنی وحی کے بہت سے کاتب موجود تھے اور وہ اُن سے پوچھ سکتے تھے لیکن اُن سے نہ پوچھنا بھی بتاتا ہے کہ حضرت عمرؓ کو یقین تھا کہ میرا یہ خیال صرف ایک وہم ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم کی جو آیتیں اُترتی تھیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کاتب وحی کو بلوا کر وہ آیت اس جگہ پر لکھوا دیتے تھے جہاں اس آیت کا لکھوایا جانا ضروری ہوتا تھا۔ اگر یہ قرآن کی آیت ہوتی اور واقعہ میں یہ خدائی حکم ہوتا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے کیوں نہ لکھواتے۔

کاتب وحی حضرت زید بن ثابتؓ کی روایت

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب وحی حضرت زید بن ثابتؓ سے یہی روایت تفصیل کے ساتھ مذکور ہے اور اس سے صاف ثابت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حکم کو جس شکل میں بھی تھا قرآن کریم کا حکم قرار نہیں دیا۔ اُن کی روایت یہ ہے کہ

سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِذَا زَنَی الشَّیْخُ وَالشَّیْخَۃُ فَارْجِمُوْھُمَا الْبَتَّۃَ

(محلّٰی ابن حزم جلد 11 صفحہ 235)

یعنی میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ جب کوئی بڑی عمر کا مرد یا بڑی عمر کی عورت زنا کریں تو ان کو رجم کر کے مار دو۔ ان الفاظ سے ثابت ہے کہ حضرت زید بن ثابتؓ نے اس کو کبھی وحیٔ قرآنی قرار نہیں دیا بلکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول قرار دیا ہے۔

سہواً قول رسولؐ کو قرآنی وحی سمجھنا

ممکن ہے حضرت عمرؓ نے بھی یہی سنا ہو لیکن انہوں نے بجائے قول کے اس کو وحی سمجھ لیا ہو اور حضرت عمرؓ ایسی غلطیاں جلد بازی میں کر لیا کرتے تھے۔

چنانچہ وہ خود روایت کرتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ نماز میں ہشام بن حکیمؓ کو سورۂ فرقان پڑھتے سنا مگر وہ اس سورۃ کو اُس طرح نہیں پڑھ رہے تھے جس طرح میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھتے سنا تھا۔ اس پر مجھے سخت غصہ آیا اور قریب تھا کہ میں نماز میں ہی اُن پر حملہ کر دیتا۔ مگر میں نے صبر کیا۔ جب انہوں نے سلام پھیرا تو میں نے اُن کی چادر پکڑ لی اور اُن سے کہا کہ اس سورۃ کو اس طرح پڑھنا آپ کو کس نے سکھایا ہے۔ انہوں نے کہا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ میں نے کہا تم جھوٹ بولتے ہو۔ چلو میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تمہارا معاملہ پیش کرتا ہوں۔ اصل سورۃ اور طرح ہے اور تم اور طرح پڑھ رہے ہو۔ چنانچہ وہ انہیں کھینچ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہشام تم کس طرح پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے پڑھ کر سنایا تو فرمایا ٹھیک ہے۔ پھر آپؐ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ تم پڑھو۔ انہوں نے یہ سورۃ اس طرح پڑھی جس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سکھلائی تھی آپؐ نے فرمایا یہ بھی ٹھیک ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قرآن کریم سات قرأتوں میں نازل کیا گیا ہے۔ اس لئے تم ان معمولی معمولی باتوں پر آپس میں لڑا نہ کرو۔ جس طرح کسی کی زبان پر کوئی لفظ چڑھے اُسی طرح پڑھ لیا کرے۔

معلوم ہوتا ہے جس طرح حضرت عمرؓ سے اس جگہ غلطی ہوئی۔ اسی طرح زنا کی سزا کے معاملہ میں بھی حضرت عمرؓ سے غلطی ہوگئی۔ اور انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک قول کو وحی سمجھ لیا۔ ورنہ فی الواقعہ اگر یہ قرآنی آیت ہوتی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زید بن ثابتؓ کو

حکم دیتے جیسا کہ آپؐ اور آیتوں کے متعلق حکم دیا کرتے تھے کہ یہ قرآن کی وحی ہے اسے قرآن کریم میں فلاں مقام پر درج کرو۔ لیکن حضرت زید بن ثابتؓ نے اس کو قرآن کریم میں درج نہیں کیا جس کا نسخہ حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ میں تیار ہوگیا تھا یعنی حضرت عمرؓ کے خلیفہ ہونے سے پہلے۔

پس صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کو غلطی لگی تھی۔ اور انہوں نے ایک قول کو وحی سمجھ لیا تھا۔ بہر حال اس روایت سے قطعی طور پر ثابت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کوئی ایسا فقرہ تو کہا ہے مگر یہ نہیں کہا کہ یہ قرآن کریم کی آیت ہے۔ بالکل ممکن ہے کہ آپ نے اس قسم کی خواہش کا اظہار کیا ہو کہ اگر ایسے حالات میں یہ فعل ہو تو میرا دل چاہتا ہے کہ ایسے آدمی کو بائیبل کے احکام کے مطابق رجم کر دیا جائے۔

حضرت شعبہؓ کی روایت

اسی طرح شعبہؓ کی روایت ہے کہ

قَالَ عُمَرُ لَمَّا نَزَلَتْ اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اَكْتُبْنِيْهَا قَالَ شُعْبَةُ كَاَنَّهٗ ذَكَرَ ذٰلِكَ فَقَالَ عُمَرُ اَلَا تَرٰى اَنَّ الشَّيْخَ اِذَا لَمْ يُحْصِنْ جُلِدَ وَاَنَّ الشَّابَّ اِذَا زَنٰى وَقَدْ اَحْصَنَ رُجِمَ

(محلّٰی ابن حزم جلد 11 صفحہ 235)

یعنی شعبہؓ کہتے ہیں ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے بیان کیا کہ جب رجم کا حکم نازل ہوا تو میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور آپؐ کو کہا کہ مجھے یہ حکم لکھ دیجیے لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے اس سوال کو پسند نہیں فرمایا۔ اور آپ کو یہ حکم لکھ کر نہیں دیا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہؐ! کیا آپ کا یہ خیال نہیں کہ جب شیخ یعنی بڑی عمر کا آدمی جو شادی شدہ نہ ہو زنا کرے تو اس کو کوڑے لگائے جائیں اور جب جوان زنا کرے اور وہ شادی ہو تو اُسے رجم کیا جائے۔

اس روایت سے ثابت ہے کہ حضرت عمرؓ کے نزدیک ایسی کوئی آیت اُتری تھی اور اسی بنا پر انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ وہ یہ آیت آپ کو لکھ دیں مگر آپؐ نے اس کو پسند نہیں کیا اور انکار کیا۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی قول تھا آیت نہیں تھی۔ ورنہ کیا یہ ممکن تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وحیٔ قرآنی کو چھپاتے۔ قرآن تو کہتا ہے کہ يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ

(مائدہ رکوع 10)

یعنی اے ہمارے رسول! تیرے رب کی طرف سے جو کلام تجھ پر اتارا گیا ہے تُو اسے لوگوں تک پہنچا۔ اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو گویا تُو نے اس کا پیغام بالکل نہ پہنچایا۔

مگر اس کے باوجود آپ خود بھی یہ حکم لوگوں تک نہیں پہنچاتے بلکہ حضرت عمرؓ کے پوچھنے پر بھی اُن کی بات کو ناپسند کرتے ہیں اور یہ حکم لکھ کر نہیں دیتے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک قول تھا۔

رسول کریمؐ قرآن وحی لکھواتے تھے

اور حدیثوں سے ثابت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم تو تعہد کے ساتھ لکھواتے تھے لیکن حدیث کے لکھنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 5 صفحہ 182)

اسی طرح حضرت ابوسعیدؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ہدایت دی تھی کہ سوائے قرآن کریم کے ہم کوئی اور بات نہ لکھا کریں تا ایسا نہ ہو کہ قرآنی آیات کے متعلق لوگوں کو شبہ پڑ جائے

(مسند احمد بن حنبل جلد 3 صفحہ 12)

حضرت عبد اللہ بن عمرؓو کے متعلق بھی احادیث سے ثابت ہے کہ چونکہ انہیں لکھنا آتا تھا اس لئے وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث لکھا کرتے تھے۔ مگر بعد میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حدیثیں لکھنے سے منع فرما دیا۔

پس حضرت عمرؓ کا اس کو آیت سمجھنا مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کو لکھ کر دینے سے انکار کرنا بلکہ اس کو ناپسند کرنا بتاتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کو آیت نہیں قرار دیتے تھے بلکہ محض اپنا خیال سمجھتے تھے۔ اور عام باتوں کے لکھنے سے چونکہ آپ منع فرماتے تھے اس لئے آپ نے کچھ لکھ کر نہیں دیا۔

حضرت عمرؓ کا تورات پڑھنا

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے تورات میں سے رجم کا حکم دیکھا ہو گا۔ جسے انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی پیش کر دیا۔ کیونکہ احادیث سے ثابت ہے کہ آپ تورات پڑھا کرتے تھے۔

چنانچہ حدیثوں میں آتا ہے کہ حضرت عمرؓ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تورات کا ایک نسخہ لے کر آئے اور کہنے لگے کہ یا رسول اللہ! یہ تورات ہے۔ آپؐ اُن کی بات سن کر خاموش ہو گئے۔ مگر حضرت عمرؓ نے تورات کھول کر اُسے پڑھنا شروع کر دیا۔ اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ پر ناپسندیدگی کے آثار ظاہر ہوئے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یہ بات دیکھی تو وہ حضرت عمرؓ پر ناراض ہوئے اور انہوں نے کہا۔ کیا تمہیں نظر نہیں آتا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے بُرا منا رہے ہیں۔ اُن کی بات سُن کر حضرت عمرؓ کو بھی توجہ پیدا ہوئی اور انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ کو دیکھا اور جب انہیں بھی آپ کے چہرہ پر ناراضگی کے آثار دکھائی دیئے تو انہوں نے معذرت کی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے معافی طلب کی۔

(مشکوٰۃ کتاب الاعتصام بالکتاب والسنتہ)

پھر یہ امر بھی روایتوں سے ثابت ہے کہ یہودیوں کے ہاں جب تورات کا درس ہوا کرتا تھا تو حضرت عمرؓ اس میں اکثر شریک ہوا کرتے تھے اور یہودی کہا کرتے تھے کہ تمہارے ہم مذہبوں میں سے ہم تم کو سب سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں کیونکہ تم ہمارے پاس آتے جاتے ہو۔

(کنز العمال بروایت بیہقی جلد اوّل صفحہ 233)

تورات سے رجم کا حکم دیکھنا

معلوم ہوتا ہے حضرت عمرؓ نے تورات سے ہی رجم کا حکم دیکھا تھا جسے انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی پیش کر دیا۔

پھر اس حدیث کا آخری ٹکڑا بھی بتاتا ہے کہ خود حضرت عمرؓ کو بھی شبہ تھا کہ یہ آیت ہے یا نہیں کیونکہ خود حضرت عمرؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ! کیا آپ کا یہ خیال نہیں کہ بڑی عمر کا آدمی جو شادی شدہ نہ ہو اگر بدکاری کرے تو اس کو کوڑے لگائے جائیں اور جوان اگر شادی شدہ ہو اور وہ بدکاری کرے تو اس کو رجم کیا جائے۔

اب یہ خیال اس خیالی آیت کے بالکل خلاف ہے جو اوپر بیان ہوئی ہے۔ اس خیالی آیت کے معنے یہ ہیں کہ جب کوئی بوڑھا مرد یا بوڑھی عورت زنا کرے (قطع نظر اس کے کہ وہ شادی شدہ ہوں یا نہ ہوں) تو اُن کو رجم کر دو۔

اگر واقعہ میں حضرت عمرؓ بھی اس کو قرآنی آیت سمجھتے تو وہ اس کے خلاف اظہار رائے کیوں کرتے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی تصدیق کیوں چاہتے جب اُن کی مزعومہ قرآنی آیت میں بوڑھے مرد اور بوڑھی عورت کا ذکر تھا تو انہوں نے یہ کیوں کہا کہ بڑی عمر کا آدمی جو شادی شدہ نہ ہو اگر بدکاری کرے تو اس کو کوڑے لگائے جائیں اور جوان شادی شدہ اگر بدکاری کرے تو اس کو رجم کیا جائے۔ یہ بات بتاتی ہے کہ خود حضرت عمرؓ کو بھی یہ شبہ تھا کہ یہ قرآنی آیت ہے یا نہیں۔

گزشتہ علماء کا مسلک

پرانے علماء میں سے بھی ایک حصّہ ایسا ہے جو اس بات کا قائل ہے کہ جَلْدُ مِائَةٍ ہی اصل حکم ہے رجم قرآن کریم سے ثابت نہیں۔

چنانچہ امام ابن حزم سورۂ نساء کی آیت پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں

اِنَّ الْاِ حصَانَ اِسْمٌ يَّقَعُ عَلَى الْحُرَّةِ الْمُطْلَقَةِ فَقَطْ۔ فَكَانَ هٰذَا كَمَا قَالُوْا فَالنَّفْيُ وَاجِبٌ عَلَى الْاِحمَآءِ الْمُحْصَنَاتِ مِنْ هٰذَا الْاٰيَةِ لِاَنَّ مَعْنَى الْاٰيَةِ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَاعَلَى الْحَرَآئِرِ مِنَ الْعَذَابِ وَعَلَى الْحَرَآئِرِ هُنَا مِنَ الْعَذَابِ جَلْدُ مِائَةٍ وَّمَعَهٗ نَفْيُ سَنَةٍ اَوْ رَجْمٌ۔ وَالرَّجْمُ لَا يَنْتَصِفُ اَصْلًا لَاَنَّهٗ مَوْتٌ وَّ الْمُوْتُ لَا نِصْفَ لَهٗ اَصْلاً۔ وَكَذٰلِكَ الرَّجْمُ لِاَنَّهٗ قَدْ يَمُوْتُ الْمَرْجُوْمُ مِنْ رِّمْيَةٍ وَّاحِدَةٍ وَّقَدْ لَا يَمُوْتُ مِنْ اَلْفِ رِمْيَةٍ وَّمَا كَانَ هٰكَذَا فَلَا يُمْكِنُ ضَبْطُ نَفْسِهٖ اَبَدًا وَّاِذَا لَا يُمْكِنُ هٰذَا فَقَدْ اَمِنَّا اَنْ يُّكَلِّفَنَا اللّٰهُ تَعَالٰى مَالَا نُطِيْقُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَلِقَوْلِ تَعَالٰى لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَلِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَمَرْتُكُمْ بِشَيْئٍ فَاْتُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ اَوْ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَسَقَطَ الرَّجْمُ وَبَقِيَ الْجَلْدُ وَنَفْيِ سَنَةٍ وَّكِلَاهُمَا لَهٗ نِصْفٌ فَعَلَى الْاَمَةِ نِصْفُ مَاعَلَى الْحُرَّةِ مِنْهَا

(محلّٰی ابن حزم جلد 11 صفحہ 337-338)

یعنی احصان کا لفظ خالص آزاد عورت پر بولا جاتا ہے۔ پس اگر لونڈیوں کی سزا آزاد عورتوں کی سزا سے نصف ہے تو لونڈیوں پر بھی جلاوطنی واجب ہوگی۔ کیونکہ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ آزاد عورتوں کو جو عذاب دیا جائیگا اس سے نصف لونڈیوں کو دیا جائیگا۔ اور آزاد عورتوں کیلئے جو عذاب بیان کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ ان کو سو کوڑے مارے جائیں اور ایک سال کے لئے جلاوطن کیا جائے۔ یا بقول بعض کے رجم کیا جائے اور رجم کسی صورت میں بھی آدھا نہیں ہوسکتا کیونکہ رجم درحقیقت موت کے ہم معنی ہے اور موت کو کسی صورت میں بھی آدھا نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح رجم کو بھی کسی صورت میں آدھا نہیں کیا جا سکتا کیونکہ جس پر پتھر مارے جاتے ہیں کبھی تو وہ ایک پتھر سے ہی مر جاتا ہے اور کبھی ہزار پتھر سے بھی نہیں مرتا۔ پس جو چیز اپنے اختیار میں نہیں اس پر عمل کس طرح کیا جائے۔ ہم کو کسی صورت سے یہ معلوم نہیں ہوسکتا کہ وہ شخص کتنے پتھروں سے مرے گا کہ اُس سے آدھے ہم اسکو مار لیں اور قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (البقرہ رکوع 40) وہ کوئی ایسا حکم نہیں دیتا جو انسان کی طاقت میں نہ ہو۔ اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب میں تم کو کسی بات کا حکم دوں تو اس حکم پر اس حد تک عمل کرو جتنی تمہیں طاقت ہو یا اسی سے ملتے جلتے الفاظ میں آپ نے ارشاد فرمایا۔ پس ان الفاظ سے رجم کا حکم ساقط ہوگیا اور کوڑوں والا حکم اور ایک سال کی جلاوطنی کا حکم باقی رہا۔ کیونکہ یہ دونوں حکم ایسے ہیں جن کا نصف ہوسکتا ہے لیکن رجم نصف نہیں ہوسکتا۔

معتزلہ اور خوارج کا عقیدہ

اسی طرح امت محمدیہ میں سے معتزلین اور خوارج کا یہ عقیدہ ہے کہ رجم قرآن سے ثابت نہیں۔ اسلامی حکم یہی ہے کہ سو کوڑے لگائے جائیں۔ چنانچہ لکھا ہے کہ

اَمَّا الرَّجْمُ فَھُوَ مَجْمَعٌ عَلَیْہِ وَحُکِیَ فِی الْبَحْرِ عَنِ الْخَوَارِجِ اَنَّہٗ غَیْرُ وَاجِبٍ وَکَذٰلِکَ حَکَاہُ عَنْھُمْ اَیْضًا ابْنُ الْعَرَبِیُّ وَحَکَاہُ اَیْضًا عَنْ بَعْضِ الْمُعْتَزِلَۃِ کَالنَّظَامِ وَاَصْحَابِہٖ وَلَا مُسْنَدَ لَھُمْ اِلَّا اَنَّہٗ لَمْ یُذْکَرْ فِی الْقُرْاٰنِ

(نیل الاوطار جلد 7 صفحہ 91)

یعنی نیل الاوطار والا کہتا ہے کہ رجم پر سب مسلمان متفق ہیں لیکن کتاب بحر میں خوارج سے روایت کی گئی ہے کہ رجم ہرگز اسلام میں واجب نہیں اور حضرت محی الدین صاحب ابن عربیؒ جو صوفیا کے سردار ہیں انہوں نے بھی خوارج کا یہی مذہب بیان کیا ہے اور ابن العربیؒ نے نظام اور اُن کے ساتھیوں کا مذہب بھی یہ بیان کیا ہے (جو معتزلی تھے) کہ رجم اسلام سے ثابت نہیں لیکن ان لوگوں کے پاس سوائے اس کے کوئی دلیل نہیں کہ قرآن میں اس کا ذکر نہیں۔

اس حوالے سے ثابت ہے کہ خوارج اور معتزلہ کے نزدیک رجم کا حکم اسلام میں نہیں ہے لیکن نیل الاوطار کے نزدیک یہ دلیل بالکل کمزور ہے کیونکہ یہ دلیل صرف قرآن پر مبنی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ

روح المعانی میں لکھا ہے وَیُعْلَمُ مِنْ قَوْلِہِ الْمَذْکُوْرِ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہٗ اَنَّہٗ قَآئِلٌ بِعَدَمِ نَسْخِ عُمُوْمِ الْاٰیَۃِ فَیَکُوْنُ رَأْیُتُہٗ اَنَّ الرَّجْمَ حُکْمٌ زَآئِدٌ فِیْ حَقِّ الْمُحْصِنِ ثَبَتَ بِالسُّنَّۃِ وَبِذٰلِکَ قَالَ اَھْلُ الظَّاھِرِ وَھُوَ رَوَایَۃٌ عَنْ اَحْمَدَ وَاسْتَدَلُّوْا عَلٰی ذٰلِکَ بِمَا رَوَاہُ اَبُوْدَاؤُدَ مِنْ قَوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلثَّیِّبُ بِالثَّیِّبِ جَلْدُ مِائَۃٍ وَّرَمْیٌ بِالْحِجَارَۃِ وَفِیْ رَوَایَۃِ غَیْرِہٖ وَرَجْمٌ بِالْحِجَارَۃِ وَعِنْدَ الْحَنَفِیَّۃِ لَا یُجْمَعُ بَیْنَ الرَّجْمِ وَالْجَلْدِ فِی الْمُحْصِنِ وَھُوَ قَوْلُ مَالِکٍ وَالشَّافِعِیِّ

(روح المعانی جلد 18 صفحہ 71)

یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کے قول سے یہ ثابت ہے کہ وہ یہ مانتے ہیں کہ قرآن کریم کی سورۃ نور والی آیت جس میں کوڑوں کا ذکر ہے منسوخ نہیں۔ پس معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ کے نزدیک رجم کا حکم ایک زائد حکم تھا جو سنت سے ثابت ہے وہ حکم قرآن کو منسوخ کرنے والا نہیں۔ اور اہل ظاہر یعنی ابو داؤد جو فقہاء خمسہ میں سے ایک بڑے رکن ہیں اور امام احمد بن حنبلؒ زیادہ تر اُن کے حکم کو ترجیح دیتے ہیں وہ اور ان سے تعلق رکھنے والے بھی اس مذہب کے قائل ہیں اور امام احمد بن حنبلؒ سے بھی یہی روایت کی گئی ہے۔

دیگر روایات

اور یہ لوگ ابو داؤد کی اس روایت سے سند پکڑتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَلثَّیِّبُ بِالثَّیِّبِ جَلْدُ مِائَۃٍ وَّرَمْیٌ بِالْحِجَارَۃِ۔ یعنی شادی شدہ مرد اور شادی شدہ عورت کو سو کوڑے لگائے جائیں اور پتھر مارے جائیں۔

اس روایت سے حضرت علیؓ کے متعلق بھی یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ اُن کے نزدیک کوڑے مارنے کا حکم قائم ہے اور یہ آیت منسوخ نہیں۔

چنانچہ حضرت علیؓ کے متعلق بخاری میں ایک روایت آتی ہے کہ ایک عورت شرحۃ الھمدانیہ کو آپ نے کوڑے بھی لگوائے اور رجم بھی کیا اور پھر فرمایا۔ جَلَدْتُھَا بِکِتٰبِ اللّٰہِ وَرَجَمْتُھَا بِسُنَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (بخاری)

یعنی میں نے کوڑے تو خدا کے حکم کے مطابق لگائے ہیں اور رجم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق کیا ہے۔

اس سے صاف پتہ لگتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس آیت کو منسوخ نہیں قرار دیتے تھے۔

حضرت عبادۃ ابن الصامتؓ کی روایت ہے کہ کنواری سے زنا سرزد ہو جائے تو اس کی سزا میں ایک سال کی جلاوطنی بھی زائد کر دی گئی تھی اور بیاہی ہوئی عورت سے زنا سرزد ہو جائے تو کوڑوں کے علاوہ اس کیلئے رجم کا بھی اضافہ کر دیا گیا تھا۔

(مسلم)

اس سے بھی حضرت علیؓ والے خیال کی تصدیق ہوتی ہے کہ قرآنی آیت منسوخ نہیں بلکہ قرآنی حکم کے ساتھ ایک چیز کا اپنی طرف سے اضافہ کیا گیا تھا۔

رجم کا حکم قرآن حکم سے پہلے تھا

پس یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ قرآنی حکم یہی ہے کہ اگر کسی عورت یا مرد سے زنا صادر ہو جائے تو اس کو سو کوڑے لگائے جائیں۔ لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بائبل کی تعلیم کے مطابق اپنے استدلال سے یہودی مذہب کی سزا کو پہلے جاری کیا، اس کے بعد چونکہ قرآنی حکم نازل ہوگیا اس لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو ہم محض عارضی حکم کہیں گے مستقل حکم نہیں کہیں گے کیونکہ مستقل حکم آپ کا وہی ہوتا ہے جس کے متعلق قرآنی حکم موجود نہ ہو۔

وقتی احکامات کی چند مثالیں

اس کا ثبوت اس طرح بھی ملتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع میں قبلہ بھی یہودیوں کے طریق کے مطابق بیت المقدس کو ہی رکھا تھا۔ لیکن جب قرآن کریم میں یہ حکم نازل ہوا کہ خانہ کعبہ کی طرف منہ کیا جائے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کی طرف منہ کر لیا۔ چنانچہ دوسرے پارہ کے شروع میں اس کا ذکر آتا ہے۔

اسی طرح احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ بعض دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم قوم کی اصلاح کیلئے ایک حکم فرمایا کرتے تھے لیکن وہ دائمی حکم نہیں ہوتا تھا۔ مثلاً بخاری میں ہی آتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک دفعہ وفد عبدالقیس آیا اور اُس نے کہا یا رسول اللہ ہمیں کوئی خاص ہدایت دیجیے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فلاں فلاں چار قسم کے برتن استعمال نہ کئے جائیں۔

(بخاری کتاب الایمان باب اداء الخمس من الایمان)

لیکن قریباً سب مسلمان آج اُن برتنوں کو استعمال کرتے ہیں اور سب فقہاء کہتے ہیں کہ یہ برتن جائز ہیں اور اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ اُن لوگوں میں رواج تھا کہ اس قسم کے برتنوں میں وہ شراب بناتے تھے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی اس عادت کو چھڑانے کیلئے حکم دے دیا کہ یہ برتن استعمال نہ کیا کرو۔ ان برتنوں کے استعمال نہ کرنے کی وجہ سے شراب بنانے کی عادت اُن میں سے جاتی رہی اور بعد میں تمام مسلمانوں کے اتفاق کے مطابق یہ حکم غیر ضروری ہوگیا اور اس قسم کے برتنوں کا استعمال سب مسلمانوں کیلئے جائز ہوگیا۔

رجم کی سزا بائبل کی اتباع میں

حدیثوں سے یہ بات ثابت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم محض یہودی احکام کی اتباع میں دیا تھا۔ چنانچہ ایک روایت میں یہ الفاظ آتے ہیں کہ

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَوَّلُ مَنْ اَحْیَا اَمْرَکَ اِذْ اَمَاتُوْہُ فَاَمَرَبِہٖ فَرُجِمَ

(مسلم جلد 2 کتاب الحدود)

یعنی جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک دفعہ یہود نے یہ اقرار کیا کہ اصل میں تو ہمارے ہاں رجم کا ہی حکم ہے مگر بڑے لوگوں کو خوش کرنے کیلئے ہم نے رجم کا طریق ترک کر دیا ہے تو آپ نے وہ بات فرمائی جو ہم نے اوپر درج کی ہے اور جس کا ترجمہ یہ ہے کہ

اے اللہ! میں اس زمانہ میں پہلا شخص ہوں جس نے تیرے اس حکم کو جو تو نے یہودیوں کو دیا تھا زندہ کر دیا ہے حالانکہ خود یہودی جن کو یہ حکم دیا گیا تھا انہوں نے اس حکم کو ترک کر دیا ہے۔ اس کے بعد آپ نے اُس ملزم کو جو آپ کے سامنے لایا گیا تھا رجم کی سزا دی۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کی سزا محض بائبل کی اتباع میں دی تھی۔ چنانچہ احادیث میں بیان شدہ ایک اور واقعہ بھی اس کی تصدیق کرتا ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور اُس نے کہا یا رسول اللہ! میں نے زنا کیا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کی یہ بات سُن کر غصّہ سے اُس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ مگر وہ بار بار چکر کاٹ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی کہتا رہا کہ یا رسول اللہ میں نے زنا کیا ہے۔ جب وہ چار دفعہ اقرار کر چکا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تُو پاگل ہے! اُس نے کہا یا رسول اللہ! نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا اسے سنگسار کر دیا جائے۔ صحابہؓ کہتے ہیں کہ ہم اسے باہر لے گئے لیکن جب ہم نے اُسے پتھر مارنے شروع کئے تو وہ بھاگا۔ ہم اُس کے پیچھے پیچھے دوڑے اور اُسے پکڑ کر مار ڈالا۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات پہنچی تو آپ نے اس پر ناراضگی کا اظہار کیا اور فرمایا کہ اُس کا بھاگنا ہی اپنے اقرار سے رجوع کرنا تھا۔ پھر تم نے اُسے کیوں نہ چھوڑ دیا۔

یہ حدیث بھی بتاتی ہے کہ رجم کا حکم خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں تھا۔ ورنہ یہ کس طرح ہو سکتا تھا کہ خدا تعالیٰ تو یہ کہتا کہ رجم کرو۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے اُلٹ اپنے صحابہؓ سے یہ فرماتے کہ جب وہ بھاگا تھا تو تم نے اُسے چھوڑ کیوں نہ دیا۔ اگر رجم کا حکم خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوتا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ کس طرح کہہ سکتے تھے کہ تم نے اُسے مارا کیوں؟

واقعہ ایوبؑ بھی ایک حجت ہے

اس جگہ ایک لطیفہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے اور وہ یہ کہ مفسرین حضرت ایوبؑ کے ذکر میں لکھتے ہیں کہ جب وہ شدید بیمار ہو گئے تو شیطان نے اُن کی بیوی کو ورغلایا اور اُسے ایک بکری کا بچہ دے کر کہا کہ اگر ایوبؑ میرے نام پر اس کو ذبح کر دیں تو یہ اچھے ہو جائیں گے۔ بیوی نے حضرت ایوبؑ سے اس کا ذکر کیا۔ تو انہوں نے اُسے ڈانٹا اور کہا کہ یہ تو خدا کا دشمن ہے تم اس کے فریب میں کیوں آئیں؟ اور پھر قسم کھائی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے شفا دی تو میں اپنی بیوی کو اس غلطی پر اُسے سو کوڑوں کی سزا دونگا۔ مگر جب اچھے ہو گئے تو حضرت ایوبؑ نے اپنی قسم کو اس طرح

پورا کیا کہ سوتیلیاں اکٹھی کر کے اُن کو مار دیں۔

(تفسیر خازن)

اگر یہ روایتیں درست ہیں تو پھر زانی اور زانیہ کو بھی حضرت ایوبؑ کی طرح ایک جھاڑو اٹھا کر مار دینا چاہئے جس میں سوتیلیاں ہوں اور سمجھ لینا چاہئے کہ سزا پوری ہوگئی۔ اور جب سو کوڑے بھی نہ رہے بلکہ ایک جھاڑو مار دینا بھی جائز ہوگیا تو رجم کہاں باقی رہا۔

بے شک ہم مفسرین کی ان روایات سے متفق نہیں لیکن جو علماء اس قسم کی روایات کو تسلیم کرتے ہیں ان پر واقعہ ایوبؑ بھی ایک حجت ہے کیونکہ جب وہاں وہ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت ایوبؑ نے سو کوڑوں کی بجائے سوتیلیاں مار کر قسم پوری کر لی تو پھر یہاں بھی رجم پر کیوں زور دیتے ہیں۔ یہاں بھی انہیں چاہئے کہ سوتیلیاں والا جھاڑو اٹھا کر زانیہ اور زانی کو ایک دفعہ مار دیں اور سمجھ لیں کہ سزا پوری ہوگئی۔

حاصل کلام

بہر حال رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بعض لوگوں کو رجم کرنا محض یہودی تعلیم کی اتباع میں تھا۔ لیکن اس کے بعد جب قرآن کریم میں واضح حکم آ گیا تو پہلا حکم بھی بدل گیا اور وہی حکم آج بھی موجود ہے جو قرآن کریم میں بیان ہوا ہے یعنی اگر کسی کی نسبت زنا کا جرم ان شرائط کے ساتھ ثابت ہو جائے جو قرآن کریم میں بیان ہوئے ہیں تو اسے سو کوڑے لگائے جائیں۔

سزا کا طریق

کوڑوں کی تشریح قرآن کریم نے بیان نہیں فرمائی لیکن قرآنی الفاظ سے یہ بات ثابت ہے کہ کوڑا ایسی طرز پر مارا جانا چاہئے کہ جسم کو اس کی ضرب محسوس ہو۔ کیونکہ جَلَدَہٗ بِالسِّیَاطِ کے معنے ہوتے ہیں ضَرَبَہٗ بِھَا وَاَصَابَ جِلْدَہٗ (اقرب) یعنی کوڑے سے اس طرز پر مارا کہ جلد تک اُس کا اثر پہنچا۔

پس کسی چیز سے جس کی ضرب اتنی ہو کہ جسم محسوس کرے سزا دینا اور لوگوں کے سامنے سزا دینا اس حکم سے ثابت ہوتا ہے۔ خواہ وہ کوڑا چمڑے کا نہ ہو بلکہ کپڑے کا ہو۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ کوڑا وہی ہو جیسا کہ آجکل عدالتیں استعمال کرتی ہیں اور جس کی ضرب اگر سو کی حد تک پہنچے تو انسان غالباً مر جائے۔

سورۃ نساء کی آیت نے ثابت کر دیا ہے کہ ایسے کوڑے مارنے ناجائز ہیں جن کے نتیجے میں موت وارد ہو جائے ایسے ہی کوڑے مارے جا سکتے ہیں اور اتنی ہی شدت سے مارے جا سکتے ہیں جس سے انسان پر موت وارد ہونے کا کوئی امکان نہ ہو۔ یعنی نہ تو کوڑا ایسا ہونا چاہئے جس سے ہڈی ٹوٹ جائے کیونکہ حل لغات میں بتایا جا چکا ہے کہ جَلَدَہٗ بِالسِّیَاطِ کے معنوں میں یہ بات داخل ہے کہ صرف جلد کو تکلیف پہنچے ہڈی کے ٹوٹنے یا اس کو نقصان پہنچنے کا کوئی ڈر نہ ہو۔ اور نہ ایسا ہونا چاہئے کہ اس کی ضرب سے انسان پر موت وارد ہونے کا کوئی امکان ہو۔

قرآن الفاظ کے انتخاب کی حکمت

یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں صرف زانی اور زانیہ کا لفظ نہیں رکھا بلکہ اَلزَّانِیَۃُ وَالزَّانِیْ کے الفاظ رکھے ہیں یعنی الف لام کی زیادتی کی گئی ہے اور الف لام کی زیادتی ہمیشہ معنوں میں تخصیص پیدا کر دیا کرتی ہے۔

پس اس جگہ اَلزَّانِیَۃُ وَالزَّانِیْ سے صرف ایسا ہی شخص مراد ہو سکتا ہے جو یا تو زنا کا عادی ہو یا علی الاعلان ایسا فعل کرتا ہو۔ اور اتنا نڈر اور بیباک ہو گیا ہو کہ وہ اس بات کی ذرا بھی پروا نہ کرتا ہو کہ کوئی اُسے دیکھ رہا ہے یا نہیں یا اُس سے شہوت کا مادہ تو نہ ہو اور پھر بھی وہ زنا کرتا ہو جیسے بوڑھا مرد یا بوڑھی عورت۔ ان معنوں کے لحاظ سے اس حدیث کی بھی ایک رنگ میں تصدیق ہو جاتی ہے جس میں یہ ذکر آتا ہے کہ

اَلشَّیْخُ وَالشَّیْخَۃُ اِذَا زَنَیَا فَارْجُمُوْھُمَا اَلْبَتَّۃَ

ایک بڑی عمر والا مرد یا ایک بڑی عمر والی عورت اگر زنا کریں تو ان کو پتھر مار مار کر مار دو۔

گویا اَلزَّانِیَۃُ وَالزَّانِیْ کے معنے اَلشَّیْخُ وَالشَّیْخَۃُ کے ہی ہیں۔

معلوم ہوتا ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی خیالات کا اظہار فرمایا تھا۔ مگر حضرت عمرؓ نے اس کو غلطی سے قرآنی آیت سمجھ لیا۔ لیکن بوڑھے مرد اور بوڑھی عورت کیلئے بھی قرآن کریم نے فَاجْلِدُوْا کُلَّ وَاحِدٍ مِّنْھُمَا مِائَۃَ جَلْدَۃٍ کا ہی حکم دیا ہے رجم کا نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ یہ بات مجھے لکھ دیجئے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کی اس بات کو ناپسند فرمایا۔ کیونکہ یہ قرآنی حکم کے خلاف تھی۔

پس اَلزَّانِیَۃُ وَالزَّانِیْ سے کامل زانی مراد ہے جو یا تو زنا کا عادی ہو یا اتنا نڈر ہو گیا ہو کہ وہ کھلے بندوں اس فعل کا ارتکاب کرتا ہو۔ یا محصن یعنی شادی شدہ ہو یا بڈھا ہو اور پھر بھی وہ زنا کرتا ہو۔ ایسے تمام لوگوں کے متعلق قرآن کریم یہی کہتا ہے کہ اُن کا جرم ثابت ہونے پر انہیں سو کوڑے لگاؤ۔

الٰہی سزاؤں کی اقسام

وَلَا تَاْخُذْکُمْ بِھِمَا رَاْفَۃٌ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ۔ یہ امر یاد رکھنا چاہئے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے دو قسم کی سزائیں آتی ہیں۔ ایک تو وہ سزائیں ہوتی ہیں جو قوانین نیچر کی خلاف ورزی کا نتیجہ ہوتی ہیں اور ایک ایسی سزائیں ہوتی ہیں جو قوانین شریعت کی خلاف ورزی کرنے کی وجہ سے انسان کو برداشت کرنی پڑتی ہیں۔

قوانین نیچر کی سزائیں

جو سزائیں قوانین نیچر کی خلاف ورزی کا نتیجہ ہوتی ہیں ان میں رجم کرنا اور ہمدردی سے پیش آنا جائز ہوتا ہے۔

قوانین شریعت کی سزائیں

لیکن وہ سزائیں جو قوانین شریعت کی خلاف ورزی کرنے کی وجہ سے دی جائیں اُن میں رحم کرنا جائز نہیں ہوتا کیونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے سزا اُسی صورت میں آتی ہے جبکہ بندہ اس کا مستحق ہو جاتا ہے۔ اور ایسی حالت میں رحم کرنے یعنی مجرم کو اس سزا سے بچانے کا یہ مفہوم ہوگا کہ انسان خدا تعالیٰ کے فیصلہ کو جھٹلانے کی کوشش کرے۔

حدود اللہ پر عمل ضروری ہے

یہاں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہیں اُس سزا پر جو فی دین اللہ ہو۔ یعنی دین کے حکم کو پورا کرنے کیلئے دی جائے رحم نہیں آنا چاہئے۔ پس اس سے وہ سزا نکل گئی جو قوانین نیچر کی خلاف ورزی کی وجہ سے ملتی ہے۔

مثلاً اگر کسی کا گر کر دانت ٹوٹ جائے تو اس پر رحم کرنا جائز ہے یا کوئی بیمار ہو تو اُس پر بھی رحم کرنا جائز ہے۔ اسی طرح جو لوگ ڈوب جاتے ہیں یا زلازل وغیرہ سے تباہ ہو جاتے ہیں اُن کے متعلق بھی رحم کے جذبات کا اظہار کرنا یا اُن کے پسماندگان کی مالی امداد کرنا اور اُن سے محبت اور ہمدردی سے پیش آنا جائز ہے۔ کیونکہ ان حوادث میں ہزاروں ایسے لوگ بھی تباہ ہو جاتے ہیں جن کی تباہی کسی مامور کے انکار کا نتیجہ نہیں ہوتی۔ پس اس قسم کے حوادث میں بنی نوع انسان کے ساتھ ہمدردی سے پیش آنا نہایت ضروری ہوتا ہے۔

مگر جسے دینی احکام اور قانونِ شریعت کی خلاف ورزی کرنے پر سزا ملے اس پر رحم نہیں کیا جا سکتا۔ یعنی یہ نہیں ہو سکتا کہ جس کے متعلق شرعی قانون کے ماتحت زنا کا الزام ثابت ہو جائے اُس کو قرآنی کوڑے نہ لگائے جائیں۔ ہاں اگر یہ خواہش کی جائے کہ کاش یہ ایسا نہ کرتا تو یہ جائز ہے۔

پہلے عورت کا پھر مرد کا ذکر کرنے کی حکمت

یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اس آیت میں قرآن کریم نے اپنے عام دستور کے خلاف عورت کا ذکر پہلے کیا ہے اور مرد کا بعد۔ یعنی یہ کہا ہے کہ زانیہ عورت اور زانی مرد کو سو سو کوڑے لگائے جائیں۔ اس میں ایک نکتہ ہے جو فراموش نہیں کرنا چاہئے اور وہ یہ کہ یہ فعل پیشہ کے طور پر عورتوں میں ہی پایا جاتا ہے۔ مردوں میں نہیں پایا جاتا۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں جیسا کہ بعض لوگ غلطی سے سمجھتے ہیں کہ اس سے مردوں میں عورتوں کی نسبت زیادہ نیکی اور تقویٰ کا ثبوت ملتا ہے۔ بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ مرد اس کو اختیار ہی نہیں کر سکتے۔ صرف عورتیں ہی مالی فائدہ کیلئے اس پیشہ کو اختیار کرتی ہیں۔ اسی لئے ان کا ذکر پہلے کیا گیا ہے۔ اور مردوں کا اُن کے بعد۔ دوسرے اس معاملہ میں عورت میں فطرۃً حیاء کا مادہ زیادہ پایا جاتا ہے بلکہ عورتوں میں ہی نہیں ہر نر و مادہ میں یہ بات پائی جاتی ہے کہ اُن میں سے جو چیزیں اثر قبول کرتی ہیں اُن میں حیاء زیادہ ہوتی ہے بہ نسبت اُن کے جو دوسروں پر اثر ڈالتی ہیں۔ اثر لینے والی چیز پیچھے کو ہٹتی ہے اور اثر ڈالنے والی اُس کی طرف بڑھتی ہے اور یہ بات انسانوں اور حیوانوں میں ہی نہیں بلکہ درختوں میں بھی جو نر و مادہ کی خاصیت رکھتے ہیں پائی جاتی ہے کہ جو پودہ نر کا قائم مقام ہوتا ہے اُس میں حرکت پیدا ہوتی ہے اور وہ اُس پودے کی طرف جھکتا ہے جو مادہ کا قائم مقام ہوتا ہے۔ اس علم کی تحقیق موجودہ زمانہ میں کی گئی ہے۔ مگر اسلام نے اس کو پہلے سے ہی بیان کر دیا ہے۔

پس عورت میں چونکہ حیاء کا مادہ نسبتاً زیادہ ہوتا ہے اور وہ طبعاً رکتی ہے اس لئے اس طبعی حیاء کے باوجود کوئی عورت شرم حیاء کو ترک کر دیتی ہے تو وہ زیادہ نفرین کی مستحق ہوتی ہے۔ اس لئے اس جگہ عورت کا ذکر پہلے کیا گیا ہے اور مرد کا بعد میں۔

(تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 248-259)

مساجد نمبر

الفضل آن لائن حضور انور ایدہ اللہ کی اجازت و دُعا سے جماعت احمدیہ میں تعمیر ہونے والی مساجد پر جلسہ سالانہ بھارت کے موقع پر خصوصی نمبر کی اشاعت کر رہا ہے۔ ان شاء اللہ

خاکسار نے جب دربار خلافت سے اس نیک کام کی اجازت چاہی تو حضور نے اپنے دست مبارک سے ''**اجازت ہے**'' تحریر فرما کر اجازت مرحمت فرمائی۔

پہلے فیز پر تمام ممالک اور جزائر میں جماعت احمدیہ کی جو پہلی مسجد تعمیر ہوئی۔ اس کی مختصر تاریخ مع تصویر طبع کی جائے گی۔ لہٰذا آپ قارئین اپنے ہاں پہلی مسجد کی تصویر مع مختصر تعارف مورخہ 29/اکتوبر 2022ء بروز ہفتہ تک Info@alfazlonline.org پر بھجوا کر ممنون فرماویں۔

مسجد کی تصویر صاف اور Pixel واضح ہوں۔ جَزَاکُمُ اللّٰہُ تَعَالیٰ

کَانَ اللّٰہُ مَعَکُمْ وَاَیَّدَکُمْ

(ایڈیٹر الفضل آن لائن)

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

ادارہ کا مضمون نویسوں، تبصرہ و مراسلہ نگاروں کے خیالات اور آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں

فقہی کارنر

حلالہ حرام ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

اسلام سے پہلے عرب میں حلالہ کی رسم تھی لیکن اسلام نے اس ناپاک رسم کو قطعاً حرام کر دیا اور رسول اللہ ﷺ نے ایسے لوگوں پر لعنت بھیجی ہے جو حلالہ کے پابند ہوں چنانچہ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حلالہ زنا میں داخل ہے اور حضرت عمرؓ سے روایت کہ حلالہ کرنے کرانے والے سنگسار کئے جاویں۔ اگر کوئی مطلقہ سے نکاح کرے تو نکاح تب درست ہوگا کہ جب واقعی طور پر اس کو کوئی جورو بنالے اور اگر دل میں یہ خیال ہو کہ وہ اس حیلہ کے لئے اس کو جورو بناتا ہے کہ تا اس کی طلاق کے بعد دوسرے پر حلال ہو جائے تو ایسا نکاح ہرگز درست نہیں اور ایسا نکاح کرنے والا اس عورت سے زنا کرتا ہے اور جو ایسے فعل کی ترغیب دے وہ اس سے زنا کرواتا ہے۔ غرض حلالہ علمائے اسلام کے اتفاق سے حرام ہے اور ائمہ اور علماء سلف جیسے حضرت قتادہ۔ عطا اور امام حسن اور ابراہیم نخعی اور حسن بصری اور مجاہد اور شعبی اور سعید بن مسیّب اور امام مالک، لیث، ثوری، امام احمد بن حنبل وغیرہ صحابہ اور تابعین اور سب محققین علماء اس کی حرمت کے قائل ہیں اور شریعت اسلام اور نیز لغت عرب میں بھی زوج اس کو کہتے ہیں کہ کسی عورت کو فی الحقیقت اپنی جورو بنانے کے لئے تمام حقوق کو مدنظر رکھ کر اپنے نکاح میں لاوے اور نکاح کا معاہدہ حقیقی اور وقعی ہو نہ کہ کسی دوسرے کے لئے ایک حیلہ ہو اور قرآن شریف میں جو آیا ہے۔ حَتّٰی تَنۡکِحَ زَوۡجًا غَیۡرَہٗ (البقرہ:231) اس کے یہی معنے ہیں کہ جسے دنیا میں نیک نیتی کے ساتھ اپنے نفس کی اغراض کے لئے نکاح ہوتے ہیں ایسا ہی جب تک ایک مطلقہ کے ساتھ کسی کا نکاح نہ ہو اور وہ پھر اپنی مرضی سے اس کو طلاق نہ دے تب تک پہلے طلاق دینے والے سے دوبارہ اس کا نکاح نہیں ہوسکتا۔ (نوٹ۔ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ قرآن شریف میں یہ شرط جو ہے کہ اگر تین طلاق تین طہر میں جو تین مہینہ ہوتے ہیں دی جائیں۔ تو پھر ایسی عورت خاوند سے بالکل جدا ہو جاوے گی اور اگر اتفاقاً کوئی دوسرا خاوند اس کا اُس کو طلاق دے دے تو صرف اسی صورت میں پہلے خاوند کے نکاح میں آسکتی ہے ورنہ نہیں یہ شرط طلاق سے روکنے کے لئے ہے تا ہر یک شخص طلاق دینے میں دلیری نہ کرے اور وہی شخص طلاق دے جس کو کوئی ایسی مصیبت پیش آگئی ہے جس سے وہ ہمیشہ کی جدائی پر راضی ہوگیا اور تین مہینے بھی اس لئے رکھے گئے تا اگر کوئی مثلاً غصہ سے طلاق دینا چاہتا ہو تو اُس کا غصہ اُتر جائے۔ مِنۡہُ)۔ سو آیت کا منشاء نہیں ہے کہ جورو کرنے والا پہلے خاوند کے لئے ایک راہ بنادے اور آپ نکاح کرنے کے لئے سچی نیت نہ رکھتا ہو بلکہ نکاح صرف اس صورت میں ہوگا کہ اپنے پختہ اور مستقل ارادہ سے اپنے صحیح اغراض کو مد نظر رکھ کر نکاح کرے ورنہ اگر کسی حیلہ کی غرض سے نکاح کرے گا تو عند الشرع وہ نکاح ہرگز درست نہیں ہوگا اور زنا کے حکم میں ہوگا۔ لہذا ایسا شخص جو اسلام پر حلالہ کی تہمت لگانا چاہتا ہے اس کو یاد رکھنا چاہئے کہ اسلام کا یہ مذہب نہیں ہے اور قرآن اور صحیح بخاری اور مسلم اور دیگر احادیث صحیحہ کی رو سے حلالہ قطعی حرام ہے اور مرتکب اس کا زانی کی طرح مستوجب سزا ہے۔

(آریہ دھرم، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 66-67)

(مرسلہ: داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ برطانیہ)

الہام یَاۡتِیۡکَ مِنۡ کُلِّ فَجٍّ عَمِیۡقٍ کی تکمیل

حضرت مفتی محمد صادقؓ تحریر فرماتے ہیں (قریباً 1902ء) میں ایک لیڈی مس روز نام تھی جس کے مضامین اُس ملک کے اخباروں میں اکثر چھپا کرتے تھے میں نے اُس کے ساتھ تبلیغی خط و کتابت شروع کی اور اُس کے خط جب آتے تھے میں عموماً حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں ترجمہ کر کے سنایا کرتا تھا اور ہماری مجلسوں میں اُسے مس گلابو کہا جاتا تھا۔ ایک دفعہ مس گلابو نے اپنے خط کے اندر پھولوں کی پتیاں رکھ دیں حضرت صاحب نے اُنہیں دیکھ کر فرمایا۔

’’یہ پھول محفوظ رکھو کیونکہ یہ بھی یَاۡتِیۡکَ مِنۡ کُلِّ فَجٍّ عَمِیۡقٍ کی پیشگوئی کو پورا کرنے والے ہیں۔‘‘

(ذکر حبیب صفحہ 99)

ایک سبق آموز بات

انسان مادی برینڈڈ اشیاء سے نہیں اچھی سوچ سے بڑا آدمی بنتا ہے

برینڈز نے آجکل ہر طرف دھوم مچائی ہوئی ہے۔ کوئی لاکھوں کی گھڑی پہن رہا ہے تو کوئی لاکھوں کی گاڑی خرید رہا ہے۔ ہزاروں کی برینڈڈ جوتیاں پہننا، مارکیٹ میں نیا آنے والا آئی فون لینا۔ یہ سب مادی اشیاء انسان کو عظیم نہیں بناتے۔ بلکہ انسان کی سوچ اسکا عمل انسان کو بڑا بناتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ ہمارے لئے قابل عمل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سادہ زندگی گزاری اور سادگی کو ہمیشہ پسند فرماتے تھے اور دنیا میں سب سے زیادہ معزز اور خدا تعالی کو سب سے زیادہ محبوب تھے اور رہتی دنیا تک رہیں گے۔ اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ

قران کریم ہمیں فَاسۡتَبِقُوا الۡخَیۡرٰتِ کا حکم دیتا ہے۔ کہ ہمیں نیکی میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانی چاہئے نہ کہ دوسروں کی مہنگی دنیاوی چیزیں دیکھ کر حیثیت ہوتے ہوئے نہ ہوتے ہوئے خریدنے کی سعی میں لگے رہنا چاہئے اور یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ جب مطلوبہ دنیاوی چیز حاصل ہو جائے تو یقین مانیے مادی چیزوں کے حصول میں انسان کو کبھی بھی اطمینان نصیب نہیں ہوتا۔ بلکہ بالکل نیا ماڈل گاڑی یا موبائل لینے کے چند ماہ بعد انسان کی ہوس اگلے ماڈل کو لینے کی طرف آپ کو مشغول کر دے گی۔ سو غور کا مقام ہے کہ اخلاق حسنہ میں ایک خلق قناعت بھی ہے۔ قانع انسان جس حال میں ہوتا ہے۔ اس پہ خدا کا شکر ادا کر رہا ہوتا ہے۔ اسے نہ تو اور اور اور کی خواہش ہوتی ہے نہ ہی وہ برینڈز کے پیچھے بھاگتا ہے۔ بلکہ ہر وقت نیکی، تقوی، پرہیز گاری اور خدمت خلق کے ذریعے اپنے خالق حقیقی کو راضی کرنے میں لگا رہتا ہے۔ اور بہت پر سکون اور مطمئن زندگی بسر کرتا ہے۔

مرسلہ: منزہ سلیم۔ جرمنی

3/اکتوبر2022ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	04:56	18:07
مدینہ منورہ 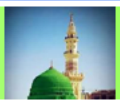	04:57	18:07
قادیان	05:02	18:11
ربوہ	04:42	17:51
اسلام آباد ٹلفورڈ	05:37	18:37